ابن اثیر یزید کے مشاغل کے بارے میں لکھتے ہیں:

بندروں کو زرنگار ٹوپیاں اڑھاتا تھا۔ ریچھ اور بندر کے درمیان لڑائی کا کھیل کھیلتا تھا ۔جب کوئی بندر مرجاتا تو اس پر غمگین رہتا تھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اسکی موت کا سبب بھی یہ ہوا کہ ایک بندر یا اٹھا کر نچا رہا تھا۔ کہ اس نے اسے کاٹ کھایا۔ (تاریخ ابن کثیر :8/236)

☆ اصل میں بندر کی فطرت میں خست، مکروفریب، حیلہ سازی اور شہوت پرستی ہے۔ چونکہ یزید کی طبیعت میں بھی ایسے اوصاف پائے جاتے تھے۔ اسی لئے انسانوں پر تسلط پانے کے باوجود اس کا طبعی میلان جانوروں بالخصوص بندروں کی طرف رہا۔

ابن کثیر (متوفی 774ھ) نے البدایہ والنھایہ ج 6 ص 262 میں لکھا ہے۔

وکان سبب وقعة الحرة ان وفدا من اهل المدينة قدموا على يزيد بن معاويه بدمشق... فلما رجعوا ذكروا لاهليهم عن يزيد من كان يقع منه القبائح فى شربه الخمر و مايتبع ذالك من الفواحش التى من اكبرها ترك الصلواة عن وقتها بسبب السكر فاجتمعوا على خلعه فخلعوه عند المنبر النبوى فلما بلغه ذالك بعث اليهم سرية يقدمها رجل يقال له مسلم بن عقبة وانما يسميه السلف مسرف بن عقبة فلما ورد المدينة استباحها ثلاثة ايام فقتل فى غضون هذه الايام بشرا كثيرا۔

واقعہ حرہ کی وجہ یہ ہوئی کہ اہل مدینہ کا وفد دمشق میں یزید کے پاس گیا۔ جب وفد واپس ہوا۔ تو اس نے اپنے گھر والوں سے یزید کی شراب نوشی اور دیگر بری عادتوں مذموم خصلتوں کا ذکر کیا۔ جن میں سب سے مذموم ترین عادت یہ ہے کہ وہ نشے کی وجہ سے نماز کو چھوڑ دیتا تھا۔ اس وجہ سے اہل مدینہ یزید کی بیعت توڑنے پر متفق ہو گئے۔ اور

منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان روضہ جنت میں لید کی اور پیشاب کیا۔

امام بیھقی (متوفی 458ھ) کی ''دلائل النبوۃ'' میں روایت ہے۔

عن مغیرۃ قال انھب مسرف بن عقبۃ المدینۃ ثلاثۃ ایام فزعم المغیرۃ انہ افتض فیھا الف عذراء

حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے۔فرماتے ہیں: مسرف بن عقبہ نے مدینہ طیبہ میں تین دن تک لوٹ مار کی اور ایک ہزار مقدس و پاکباز ان بیاہی دختران اسلام کی عصمت دری کی گئی۔العیاذ باللہ!

نبی پاک صاحب لولاک نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے عظیم الشان خطبے میں ارشاد فرمایا تھا:

کل المسلم علی المسلم حرام ،دمہ ومالہ وعرضہ۔

ہر مسلمان کا خون، مال اور اسکی آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

پہلی بات یزید نے جو اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور مباح قرار (یعنی اپنے لشکر کو مدینہ پاک کے شہریوں پر قیامت توڑنے کی اجازت دی) دیا۔کیا اب بھی وہ مستحق لعنت نہیں؟

اور پھر حضرت امام حسین علیہ السلام جیسے مسلمان (محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان کو چوسنے والے، کملی میں چھپنے والے۔جنتی جوڑے پہننے والے۔جو فرض نمازوں میں دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سواری کرنے والے۔جنتی سردار۔آیت مباہلہ میں بیٹوں کی تفسیر میں امام حسنؓ کے ساتھ جن کو لیجایا گیا، وہ امام حسینؓ۔آیت تطہیر میں جن پر چادر ڈالی گئی ان میں پانچویں۔) کو شہید کرے۔اسکو تو لعنت سے بھی آگے کی کوئی چیز پیش کرنی چاہیے؟

جبکہ اہل مدینہ کو خوف زدہ کرنے والے کے لیے حدیث شریف میں سخت وعید آئی

ہے۔ مسند احمد، مسند المدنیین میں حدیث مبارک ہے

عن السائب بن خلاد ان رسول اللہ ﷺ قال: من اخاف اهل المدینة ظلماً اخافه الله وعليه لعنة الله والملا ئكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه يوم القيامة صرفا ولا عدلا

حضرت سائب بن خلادؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اہل مدینہ کو ظلم کرتے ہوئے خوف زدہ کیا۔ اللہ تعالی اسکو خوف زدہ کرے گا۔ اور اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالی اس سے قیامت کے دن کوئی فرض یا نفل عمل قبول نہیں فرمائے گا۔

لا يكيد اهل المدينة احد الا انماع كما ينماع الملح فى الماء

(1778۔ کتاب فضائل المدینہ۔ بخاری شریف)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ مکر و فریب کرے گا وہ یوں گل جائے گا۔ جس طرح نمک پانی میں گلتا ہے۔

قال صلى الله تعالى عليه وآله وسلم لا يريد احد المدينه بسوء الا اذابه الله فى النار ذوب الرصاص، او ذوب الملح فى الماء

(مسلم شریف۔ 1363)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مدینہ کے بارے میں برائی کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالی اسے آگ میں اس طرح پگھلا دے گا جس طرح قلعی پگھلتی ہے یا نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ایسے شخص کا انجام کیا ہوگا۔ جس نے اہل مدینہ کو نہ صرف خوف زدہ و ہراساں ہی نہیں کیا بلکہ مدینہ پاک میں خونریزی اور قتل و غارت گری بھی کی۔ اب اس حدیث پاک کی روشنی میں یزید پر اللہ کی لعنت، فرشتوں

کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔اور پھر قیامت والے دن جب اسکا کوئی فرض یا نفل قبول نہیں ہوگا تو یقیناوہ جہنمی ہے۔

یزیدی فوج نے کعبۃ اللہ کو آگ لگا دی:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہے:

یزیدی فوج مدینہ طیبہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظّمہ آئی۔حضرت ابن زبیرؓ کا محاصرہ کرلیا۔اوران سے قتال کیا۔اوران پر منجنیق کے ذریعے آتش بازی کی گئی یہ واقعہ صفر میں 46ھ میں ہوا۔جس آگ کے شعلوں سے کعبہ کے پردے اور اسکی چھت جل گئی۔اسی آگ سے مینڈھے کے دوسینگ بھی جل گئے۔جوحضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں اللہ تعالی نے جنت سے بھیجا تھا۔یہ دونوں سینگ کعبۃ اللہ کی چھت میں تھے۔پھر اللہ تعالی نے یزید کواسی سال ربیع الاول کامہینہ گزرتے ہی ہلاک فرمادیا۔

(تاریخ الخلفاء۔امام جلال الدین سیوطی:ص902)

درج ذیل میں کچھ نسبتوں کا ذکر کرتے ہیں۔جنکی پامالی کے طوق یزید کے گھلے میں لٹکتے ہوئے نظر آتے ہیں

رب تعالی کی نسبت سے ...... } بیت اللہ اور کعبہ واجب الاحترام

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے...... } مدینہ طیبہ واجب الاحترام

خون رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وجہ سے...... } اہل بیت اطہار واجب الاحترام

صحبت سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وجہ سے...... } صحابہ کرام واجب الاحترام

نبی پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج ہونے کی وجہ سے...... } ازواج مطہرات واجب الاحترام۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے چار مہینے (ذوالقعدہ ،ذوالحجہ ،محرم اور رجب) ...... }

واجب الاحترام

لیکن یزیداوراسکے ساتھیوں نے

سب سے پہلے محرم الحرام میں اہل بیت اطہارؓ کی حرمت کو پامال کیا

پھر ذوالحجہ میں مدینہ طیبہ اور صحابہ کرامؓ کی حرمت پامال کی

پھر محرم الحرام میں کعبۃ اللہ، مکہ مکرمہ اور صحابہ کرام کی حرمت کو پامال کیا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو پیغام نکاح کا ارادہ کیا (نعوذ باللہ)

قارئین: یزید نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلام کے ظاہری ڈھانچے کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔اور غور کریں کہ اس نے پہلے مکہ یا مدینہ پر چڑھائی نہیں کی۔ بلکہ اس نے سب سے پہلے جس کی حرمت کو پامال کیا۔وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا تھا۔وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کا شہسوار تھا۔یزید نے پہلا وار ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''جگر'' پر کیا۔کیونکہ وہ جانتا تھا۔کہ جتنی تکلیف میرے اس وار سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوگی۔وہ یقینا کسی وار سے نہیں ہو گی (جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسینؓ اور آپکے ساتھیوں کا خون جمع کرتے ہوئے دیکھا گیا۔اور جس حال میں دیکھا گیا۔وہ آپ پڑھ چکے ہیں)۔ایسی تمام حرمتوں کو پامال کرنے والے کو اب بھی آپ مسلمان سمجھتے ہیں؟۔اسی لئے شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزارویؒ فرمایا کرتے تھے:

کہ ابوجہل نے جتنے بھی وار کئے ہیں وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس پر کئے ہیں۔مگر یزید نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلیجے پر وار کیے ہیں۔اگر یزید کافر نہیں تو پھر کوئی بھی کافر نہیں؟

اب ذرا ائمہ اعلام کی تصریحات سے یہ امر واضح کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے یزید پر کتنے واضح طریقے سے لعنت کی ہے۔ اور جو یزید کے حمائتی دلائل دیتے ہیں۔ کیا وہ یہ سب نہیں جانتے تھے۔؟

امام احمد بن حنبلؒ کا فتوی: یزید پر لعنت:

امام احمد بن حنبلؒ کے بیٹے نے آپؒ سے یزید کے بارے میں سوال کیا تو آپؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یا بنی وهل یتولی یزید احد یومن بالله ولم لا یلعن من لعنه الله فی کتابه ـ فقلت و این لعن الله یزید فی کتابه فقال فی قوله تعالی:

فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم (سورۃ محمد، 47:22۔23) فهل یکون فساد اعظم من القتل؟

اے میرے بیٹے کیا ایسا ممکن ہے۔ کہ کوئی اللہ پر ایمان رکھنے کا دعوی کرے اور پھر یزید سے بھی دوستی رکھے۔ اور ایسے شخص پر میں (احمد بن حنبل) لعنت کیوں نہ کروں۔ جس پر قرآن میں اللہ نے خود لعنت کی ہو۔ فرزند نے عرض کیا: قرآن میں کس جگہ اس پر لعنت ہوئی ہے۔؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے اس فرمان میں [پس تم سے توقع یہی ہے کہ اگر تم (قتال سے گریز کر کے بچ نکلو اور) حکومت حاصل کر لو تو تم زمین میں فساد ہی برپا کرو گے اور اپنے (ان) قرابتی رشتوں کو توڑ ڈالو گے (جنکے بارے میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواصلت اور مودت کا حکم دیا ہے) یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ اور ان (کے کانوں) کو بہرا کر دیا ہے اور انکی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ کیا قتل (امام حسین علیہ السلام) سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا تھا؟

احمد بن محمد بن علی بن حجر الھیثمی، الصواعق المحرقۃ علی اہل رفض والضلال والزندقۃ، 2:632

☆ امام احمد بن حنبلؒ کے اس فتوی کو ابن تیمیہ نے منہاج السنہ النبویہ میں، مقدسی نے الآداب الشرعیہ میں، البرزنجی نے الاشاعتہ میں، علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں اور باقی علماء و مفسرین کی بڑی تعداد نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں بھی امام احمد کے اس فتوی کا ذکر ایک دوسرے حوالے سے کیا ہے:

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ قاضی ابو یعلی نے اپنی کتاب ''المعتمد'' میں صالح بن احمد بن حنبل سے بیان نقل کیا ہے۔ صالح کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ ابا لوگ کہتے ہیں کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت کرتے ہیں؟ ابا نے فرمایا کہ بیٹے: جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے کیا اسکے لیے یزید بن معاویہ سے محبت رکھنے کا کوئی جواز ہوسکتا ہے۔ اس شخص پر کس طرح لعنت نہ کی جائے جس پر اللہ نے لعنت کی ہو، میں نے عرض کیا: اللہ نے اپنی کتاب میں کس جگہ یزید پر لعنت کی ہے۔ امام احمد نے فرمایا) آیت پڑھی۔

(پھر تم سے توقع یہی ہے کہ اگر تم (قتال سے گریز کر کے بچ نکلو اور) حکومت حاصل کرلو تو تم زمین میں فساد ہی برپا کرو گے اور اپنے (ان) قرابتی رشتوں کو توڑ ڈالو گے (جنکے بارے میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواصلت اور مودت کا حکم دیا ہے) یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ اور ان (کے کانوں) کو بہرا کر دیا ہے اور انکی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ (تفسیر مظہری، سورۃ 47 آیت 23،22)

مذہب شافعی کے مشہور امام ابت علی بن عماد الدین ابوالحسن طبری (جو الکیا الھراسی کے نام سے مشہور ہیں) کا یزید پر لعنت کا فتوی۔

شافعی مذہب کے اعلی مقام فقیہ کا تعارف اور انکے یزید کے متعلق خیالات کو حافظ

ابن کثیر نے کچھ اسطرح بیان کیا ہے۔:

ابن علی بن عمادالدین ، ابو الحسن الطبری ،و یعرف بالکیا الھراسی، احد الفقھاء الکبار ،من روس الشافعی ولد سن خمسین واربعمای واشتغل علی امام الحرمین ، وکان ھو و الغزالی اکبر التلامذہ ... وکان یکرر لعن ابلیس علی کل مرقاۃ من مراقی النرامی بنیسابور سبع مرات ،وکانت المراقی سبعین مرقاۃ، وقد وسمع الحدیث الکثیر ، و ناظر و افتی و درس ، وکان من اکابر الفضلاء و سادات الفقھاء...واستفتی فی یزید بن معاوی فذکر عنہ تلاعباً وفسقاً ،وجوز شتمہ۔

ابن علی بن عمادالدین ابوالحسن الطبری جو کہ 'الکیا الھراسی' کے نام سے مشہور ہیں۔شافعی مذھب کے بڑے فقہاء میں سے ایک تھے۔وہ 540 ہجری میں پیدا ہوئے۔انہوں نے امام الحرمین سے استفادہ حاصل کیا۔وہ اور امام غزالی انکے نامور شاگردوں میں شامل ہیں۔نیشاپور میں نرامیہ میں وہ ہر سیڑھی پر ابلیس پر سات مرتبہ لعنت کرتے تھے۔اور وہاں کل ستر سیڑھیاں تھیں۔انہوں نے کثیر تعداد میں احادیث سنیں۔انہوں نے مناظرے کیے فتوی دیئے اور تدریس کا کام کیا۔اور وہ اکابر فضلاء وسادات الفقہاء...... اور ان سے یزید بن معاویہؓ کے متعلق فتوی لیا گیا۔جس پر انہوں نے کہا:

کہ یزید دھوکہ باز وفاسق تھا اور انکے مطابق یزید پرسَب کرنا جائز ہے

(البدایہ والنہایہ ج12،ص213)

پھر مشہور مصنف شیخ کمال الدین محمد بن موسی دمیری (متوفی 292ھ) نے اپنی کتاب حیات الحیوان ج2ص106 میں الکیا الھراسی کے یزید کے متعلق

فتوی کو اور بھی تفصیل سے نقل کیا ہے۔

جب امام الکیا الھر اسی سے دریافت کیا گیا کہ آیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ جس پر انہوں نے فرمایا:

واما قول ا لسلف ففیه لکل واحد من ابی حنیفة ومالك و احمد قولان: تصریح و تلویح .ولنا قول واحد: التصریح دون التلویح، و کیف لیکون کذالك وهو المتصید بالفهد و اللاعب بالنرد ومد من الخمر ؟

یزید پر لعنت کرنے سے متعلق سلف جن میں ابوحنیفہ، مالک اور احمد شامل ہیں۔ انکے دو قسم کے اقوال ہیں۔ ایک قول تو تصریح کے تعلق سے ہے (یعنی یزید کا نام لے کر لعنت کی جائے) اور دوسرا قول تلویح کے تعلق سے ہے (یعنی نام لیے بغیر لعنت کی جائے جیسے قاتل حسینؓ پر لعنت ہو) لیکن ہمارا (یعنی حضرت امام شافعیؒ کا) صرف ایک ہی قول ہے اور وہ تصریح کا ہے۔ نہ کہ تلویح کا اور کیوں نہ ہو جبکہ یزید چیتے کے شکار اور شطرنج کا کھیل کھیلتا اور ہمیشہ شراب پیا کرتا تھا۔

گویا آئمہ اربعہ میں سے کوئی بھی یزید پر لعنت نہ بھیجنے کا قائل نہیں تھا۔ فرق صرف صراحت اور کنایہ کا تھا۔ انکے قول کے مطابق امام شافعیؒ تصریح کے قائل ہیں۔ جب امام غزالی، امام شافعیؒ کے مقلد ہیں تو ترجیح امام شافعی کے قول کو ہی دی جائے گی۔

مذہب شافعی کے امام ابو البرکات الدمشقی (متوفی 271ھ) کی یزید پر لعنت کا فتوی:

ابو البرکات محمد بن احمد الدمشقی الشافعی نے بذات خود یزید پر لعنت کی ہے۔ وہ اپنی کتاب ''جواھر المطالب، ج2، ص272'' میں خامہ فرسا ہیں:

یزید لعنه الله   اللہ کی لعنت ہو یزید پر

قاضی ابو یعلی کی کتاب یزید پر لعنت کرنے کے جواز میں:

ابن جوزی کہتے ہیں۔ کہ قاضی ابو یعلی نے ایک کتاب یزید کے جواز لعنت کے بارے میں تصنیف کی ہے۔ جس میں اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ کہ حضور پاک صاحب لولاک نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اہل مدینہ کو خوف دلائے گا دھمکائے گا ان پر ظلم کرے گا۔ خدا تعالی اسکو ڈرائے گا۔ اور اس پر جمیع ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہوگی۔

''اسکو ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ اور قندوزی نے ینابیع المودۃ میں ذکر کیا ہے''

علامہ تفتازانی (متوفی 793ھ) کا فتوی: کہ ہم یزید پر لعنت کرتے ہیں اور اسکو مومن نہیں سمجھتے:

علامہ تفتازانی (شرح عقائد، ص 117) پر لکھتے ہیں:

لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ و علی انصارہ و علی اعوانہ

کہ ہم یزید کے حال کے بارے میں بلکہ اسکے ایمان کے بارے میں توقف نہیں کرتے، اس پر اور اسکے انصار و اعوان پر اللہ کی لعنت ہو۔

مزید لکھتے ہیں:

واتفقوا علی جواز اللعن علی من قتلہ او امر بہ او اجازہ و رضی بہ، والحق ان رضا یزید بقتل الحسین استبشارہ بذالك واھانۃ اھل بیت النبی ﷺ مما تواتر معناہ

اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ لعنت کرنا ان کے قاتل پر اور اس پر جس نے انکے (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے) قتل کا حکم دیا۔ یا اجازت دی یا اس پر راضی ہوا۔ اور حق یہ

ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر اسکا راضی ہونا اور اس پر اسکا خوش ہونا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کی توہین کرنا ایسی بات ہے۔ جس کا معنی متواتر ہے۔

علامہ محمود آلوسی (متوفی 1279ھ) کا فتوی: کہ یزید کافر ہے اور اس پر لعنت کرنا جائز:

علامہ سید محمود آلوسی البغدادی نے (تفسیر روح المعانی، ج 26 ص 73، سورہ 47: آیت 22،23) میں لکھتے ہیں:

الذی یغلب علی ظنی ان الخبیث لم یکن مصدقا برسال النبی ﷺ ---- وانا اذھب الی جواز لعن مثله علی التعیین ولولم یتصور ان یکون له مثل من الفاسقین والراھر انه لم یتب واحتمال توبته اضعف من ایمانه ویلحق به ابن زیاد و ابن سعد وجماع فلعن اللہ عز و جل علیھم اجمعین وعلی انصارھم و اعوانھم و شیعتھم ومن مال الیھم الی یوم الدین مادمعت عین علی ابی عبد اللہ الحسین

اور میں وہی کہتا ہوں جو میرے ذہن پر حاوی ہے کہ (یزید) خبیث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق نہیں کی...... میرے نزدیک یزید جیسے شخص پر لعنت کرنا جائز ہے۔ حالانکہ انسان یزید جیسے فاسق کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اور برا ہو کبھی اس نے توبہ نہیں کی۔ اور اسکی توبہ کرنے کے امکانات، اسکے ایمان کے امکانات سے بھی کم ہیں۔ یزید کے ساتھ ابن زیاد، ابن سعد اور اسکی جماعت کو بھی شامل کرنا چاہیے۔ تحقیق اللہ کی لعنت ہو ان تمام لوگوں پر، ان کے دوستوں پر، انکے مددگاروں پر اور ان کی جماعت پر قیامت تک اور اس وقت تک کہ ایک آنکھ بھی ابوعبداللہ الحسین رضی اللہ عنہ کے لئے آنسو بہاتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے مطابق یزید پر لعنت کرنا جائز:

مشہور شافعی عالم دین شیخ سلیمان بن محمد بن عمر البیجر می (متوفی 1221ھ) لکھتے ہیں:

ان للامام احمد قول بلعن یزید تلو یحا و تصریحا و کذا للا مام مالك و کذا لابی حنیفة ولنا قول بذالك فی مذهب امامنا الشافعی او کان یقول بذالك الستاذ البکری ومن کلام بعض اتباعه فی حق یزید مالفره زاده الله خزیا ومنعه وفی اسفل سجین وضعه

یزید پر تلویح وتصریح طور پر لعنت کرنے کے متعلق امام احمد کے اقوال موجود ہیں۔اور یہی صورتحال امام مالک اور ابوحنیفہ کی بھی ہے اور ہمارے امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے ۔اور البکر ی کا قول بھی یہی ہے۔البکر ی کے بعض اتباع کرنے والوں نے کہا ہے۔کہ اللہ یزید کی بے عزتی میں اضافہ کرے اور اسے جہنم کے نچلے ترین درجے پر رکھے۔

(حاشیۃ البیجر می، ج12 ص360)

قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی (متوفی 1225ھ) کا فتوی: کہ یزید شرابی اور کافر:

قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی اپنی کتاب تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔

(حاشیۃ البیجر می، ج12 ص360)

یزید اور اسکے ساتھیوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اہل بیت کی دشمنی کا جھنڈا انہوں نے بلند کیا اور حضرت حسینؓ کو انہوں نے ظلماً شہید کر دیا۔اور یزید نے دین محمدی کا ہی انکار کر دیا۔اور حضرت حسینؓ کو شہید کر چکا۔تو چند اشعار پڑھے جنکا مضمون یہ تھا۔کہ آج میرے اسلاف ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے آل محمد اور بنی

ہاشم سے انکا کیسا بدلہ لیا۔

یزید نے جو اشعار کہے تھے ان میں آخری شعر یہ تھا:

لست من خندف ان لم انتقم

من بنی احمد ما کان فعل

احمد نے (جو کچھ ہمارے بزرگوں کے ساتھ بدر میں) کیا۔اگر اسکی اولاد سے میں نے اسکا انتقام نہ لیا۔تو میں بنی جندب سے نہیں ہوں۔

یزید نے شراب کو بھی حلال قرار دے دیا تھا۔شراب کی تعریف میں چند شعر کہنے کے بعد آخری شعر میں اسنے کہا تھا:

فان حرمت یوما علی دین احمد

فخذ علی دین مسیح بن مریم

اگر شراب دین احمد میں حرام ہے۔تو ہونے دو مسیح بن مریم کے دین کے مطابق تم اسکو حلال سمجھ کر لے لو۔

یزید اور اسکے ساتھیوں اور جانشینوں کے یہ مزے ایک ہزار مہینے تک رہے اسکے بعد ان میں سے کوئی نہ بچا۔(تفسیر مظہری، ج5ص271: سورۃ14۔آیت20)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا فتوی: یزید پر اللہ کی لعنت ہو

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب ''تاریخ الخلفاء'' میں تحریر کرتے ہیں: کہ امام حسینؓ کے قاتل ابن زیاد، یزید، ان تینوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

قاضی شوکانی (اہل حدیث) کا فتوی: یزید پر اللہ کی لعنت:

قاضی شوکانی جو مسلک اہل حدیث میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔انہوں نے بھی اپنی مشہور کتاب (''نیل الاوطار: ج7ص291) پر لکھتے ہیں:

الخمير السكير الهاتك لحرم الشريع المطهرة يزيد بن معاوى لعنهم الله

شرابی جس نے پاک شریعت کی توہین کی یعنی یزید بن (معاویہؓ) اللہ کی لعنت ہو اس پر۔

ملا علی قاری کا فتوی: یزید پر لعنت جائز ہے:

جب ملا علی قاری سے دریافت کیا گیا۔ کہ آیا حضرت معاویہؓ پر لعنت کرنا جائز ہے: تو انہوں نے کہا: ہرگز جائز نہیں۔

فلا يجوز اصلا بخلاف يزيد و ابن زياد و امثالها

ہاں یزید اور ابن زیاد اور انہی کی مثل دوسرے لوگوں پر جائز ہے۔

(شرح شفا، ج2 ص556)

اب جو لوگ کہتے ہیں کسی پر لعنت کرنا جائز نہیں اگر اوپر کے فتاوی جات سے دل نہیں بھرا تو آیئے حضرت ام سلمہؓ کا فتوی انکو سناتے ہیں۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا فتوی:

حدثنا ابراهيم بن عبدالله نا حجاج نا عبدالحميد بن بهرام الفزاری نا شهر بن حوشب قال سمعت ام سلمه تقول: حين جاء نعی الحسين بن علی لعنت اهل العراق وقالت: قتلوه قتلهم الله غروه وذلوه لعنهم الله ....

شہر بن حوشبؒ سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ سے سنا جب ان کو سیدنا حسینؓ کی شہادت کی خبر ملی، وہ عراقیوں پر لعنت بھیجتے ہوئے فرمانے لگیں: انہوں نے سیدنا حسین کو قتل کیا۔ اللہ انہیں غارت کرے۔ انہوں نے سیدنا حسینؓ کو دھوکہ دیا اور رسوا کیا۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ (فضائل صحابہ۔ امام احمد بن حنبل)

قاتلینِ امام عالی مقام پر پیغمبروں کی زبان سے لعنت:

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جبرائیل علیہ السلام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہادت گاہِ امام حسینؓ کی کچھ کنکریاں دی تھیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں ایک شیشی میں رکھوا دیا تھا۔ جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو اس رات میں نے ایک ہاتف غیبی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

ایها القاتلون جهلاً حسینا

ابشروا بالعذاب والتذلیل

قد لعنتم علی لسان ابن داود

و موسی و حامل الا نجیل

ازراہ جہل وتعصب حسینؓ کو قتل کرنے والو! تمہیں عذاب اخروی اور ذلت دنیوی کی بشارت ہو۔

ابن داود، موسی اور حامل انجیل عیسی کی زبان سے تم ملعون قرار پائے ہو

یہ سن کر میں رو پڑی اور میں نے وہ شیشی کھولی تو کنکریاں خون بن چکی تھیں۔

(الصواعق المحرقہ۔193)

یزید کے کافرانہ عقائد ونظریات:

یزید کے کفریہ عقائد بیان کرتے ہوئے مفسرین لکھتے ہیں

لیت اشیاخی ببدر شهداء

جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش میرے بدر والے بزرگ جنھوں نے تیر کھا کر بنی خزرج کی فزع وجزع اور اضطراب کو دیکھا تھا آج موجود ہوتے۔

قد قتلنا القوم من ساداتکم
وعدلنا میل بدر فاعتدل

اور دیکھتے کہ ہم نے تمہارے سرداروں میں سے بڑے سردار (امام حسین) کو قتل کر کے بدر والی کجی کو سیدھا کر دیا ہے

فاھلوا واستھلوا فرحاً
ثم قالوا یا یزید لا تشل

اس وقت خوشی کے مارے ضرور باآواز بلند پکار کر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔

لست من خندف ان لم انتقم
من بنی احمد ما کان فعل

میں اولاد خندف سے نہیں ہوں۔ اگر اولاد احمد سے ان کے کئے ہوئے کا بدلہ نہ لے لوں۔

لعبت بنو ھاشم بالملك فلا
خبر یجاہ ولا وحی نزل

بنی ھاشم نے ملک گیری کے لیے ایک ڈھونگ رچایا تھا۔ ورنہ کوئی خبر آسمانی آئی تھی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی۔ (تفسیر روح المعانی: علامہ آلوسی: ج29، ص72)

علامہ آلوسی اپنا فیصلہ بیان فرماتے ہیں:

ان الخبیث لم یکن مصدقا برسالة النبی ﷺ. ھذا ھو المروق من الدین وقوله من لا یرجع الی الله ولا الی دینه ولا الی کتابه ولا الی رسوله ولا یومن بالله ولا بما جاء من عند الله

کہ یہ یزید خبیث تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا بھی قائل نہیں تھا۔ یعنی یہ تو دین

اسلام سے کھلم کھلا خارج ہونا ہے یزید کا۔ اور اسکا یہ قول کہ وہ اللہ تعالی کی طرف اور نہ ہی اسکے دین کی طرف اور نہ ہی اسکی کتاب کی طرف اور نہ ہی اسکے رسول کی طرف اور نہ ہی اللہ پر اور جو کچھ اسکی طرف سے آیا ہے رجوع نہیں کرے گا۔

(الصواعق المحرقہ: ص222، طبری:852)

یزید اور محرمات شرعیہ، زنا، ترک نماز، شراب کا ارتکاب:

حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ (غسیل ملائکہ) بیان کرتے ہیں:

فقد اخرج الواقدی من طرق ان عبداللہ بن حنظلة بن الغسیل قال :واللہ ماخرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارة من السماء ان رجلا ینکح الامهات والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلواة

واقدی نے متعدد طرق سے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔ جبکہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہو جائے۔ وہ ایسا شخص ہے جو ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح جائز قرار دیتا ہے۔ شراب نوشی کرتا ہے نماز چھوڑتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء: ص702)

یزید کا حلت شراب کے متعلق آیت قرآنی کا تمسخر:

فان حرمت یوما علی دین احمد

فخذ علی دین مسیح بن مریم

اگر شراب دین احمد میں حرام ہے۔ تو ہونے دو مسیح بن مریم کے دین کے مطابق تم

اسکو حلال سمجھ کر لے لو۔

ما قال ربك ويل للذى شربوا

بل قال ربك ويل للمصلين

خدا نے شراب خوروں کے بارے میں ویل للشاربین نہیں کہا۔ البتہ نماز گزاروں کے متعلق قرآن میں ویل للمصلین موجود ہے۔یعنہ ہلاک ہو جائیں شرابی نہیں کہا بلکہ ہلاک ہو جائیں نمازی کہا ہے۔

(ابن اثیر: کامل، ج4، ص36 تفسیر مظہری ، ج2 ص912)

اب ایسے کفریہ عقائد رکھنے والے ، اسلام کا کھلم کھلا مذاق اڑانے والے کے بارے میں بھی کوئی شخص اسے جنتی کہے گا؟ اب بھی کوئی اسے رضی اللہ تعالی کہے گا؟

حدیث قسطنطنیہ کی اصل حقیقت

حضرت ام حرامؓ سے مذکورہ روایت دو لوگوں نے نقل کی ہے۔ایک حضرت انس بن مالکؓ ہیں۔

جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم ہیں۔

حضرت ام حرامؓ کے بھانجے (انکے محرم) ہیں۔

گھر کے آدمی ہیں۔

مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں:

اور حضرت انس بن مالکؓ حضرت ام حرامؓ کی جس روایت کے راوی ہیں۔ اس روایت کو تمام صحاح ستہ کے مصنفین نے نقل کیا ہے۔امام بخاری نے حضرت انس بن

مالک ؓ والی روایت کو مختلف کتابوں اور متفرق ابواب میں چھ مرتبہ نقل کیا ہے۔اور خاص بات یہ ہے۔کہ حضرت انس بن مالک ؓ کی تمام روایات کا مضمون ایک جیسا ہے۔حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی روایات کی تحقیق وتخریج کے حوالہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔صحیح بخاری۔کتاب الجہاد۔باب 3،حدیث 2707

2۔صحیح بخاری۔کتاب الجہاد۔باب 8،حدیث 2717

3۔صحیح بخاری۔کتاب الجہاد۔باب 63،حدیث 2792

4۔صحیح بخاری۔کتاب الجہاد۔باب 75،حدیث 2808

5۔صحیح بخاری۔کتاب الاستیذان۔ باب 14،حدیث 6041

6۔صحیح بخاری۔کتاب التعبیر ۔باب 12،حدیث 6732

7۔صحیح مسلم۔کتاب الامارۃ،حدیث 4819 تا 4823

8۔نسائی شریف۔کتاب الجہاد فضل الجہاد فی البحر جلد دوم ص 23

9۔جامع ترمذی۔ابواب فضائل الجہاد۔باب ماجاء فی غزوۃ البحر۔ج اول ص 294

10۔سنن ابی داؤد۔کتاب الجہاد۔باب 11۔فضل الغزو فی البحر

11۔سنن ابن ماجہ۔کتاب الجہاد۔باب فضل غزوۃ البحر۔ج 2 ص 199

12۔سنن دارمی۔کتاب الجہاد۔باب 29۔ج 2۔حدیث 2464

13۔مسند ابی یعلی۔حدیث 2675

14۔صحیح ابن حبان۔حدیث 4608

پہلے خواب سے بیدار ہونے کے بعد حضرت ام حرام ؓ سے اس خواب کو بیان کرنے، پھر ام حرام ؓ کے سوال و جواب اور دعا کی درخواست وغیرہ کرنے اور آپ ﷺ کے دعا دینے کے بعد۔آپ ﷺ دوبارہ تکیہ پر سر مبارک رکھ کر سو

گئے، پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ حضرت ام حرامؓ کے سوال کرنے اور مسکرانے کا سبب پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ کہ میری امت کے کچھ لوگ اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے دکھائے گئے۔ اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمائی۔ امام دارمی نے صراحت کے ساتھ یہ الفاظ نقل کئے ہیں رایت قوما من امتی یرکبون ظہر ہذا البحر کالملوک علی الاسرۃ (سنن دارمی، 2، 276) میں نے اپنی امت کے کچھ لوگوں کو اس دریا کی پشت پر تختوں پر بادشاہوں کی طرح سوار دیکھا۔

......حضرت انس بن مالکؓ کی سند سے حضرت ام حرام کی تمام روایات کا مضمون ایک جیسا ہے۔

......ان میں دونوں خوابوں کا تعلق دریائی سفر سے ہے۔

......ان روایات میں صراحت کے ساتھ ''قتال روم'' کا تذکرہ نہیں ہے

......ان روایات میں اس غزوہ کے شرکاء کے لئے جنت کی کوئی بشارت نہیں ہے۔

چنانچہ اس غزوہ کا تذکرہ خود بخاری اور حضرات شارحین نے کیا ہے۔

1۔ بخاری۔ 1، 391

2۔ بخاری۔ 2، 930

3۔ بخاری۔ 1، 392

4۔ بخاری۔ 1، 403

5۔ بخاری۔ 1، 405

علامہ عینی نے عمدۃ القاری (1، 392) میں مذکورہ غزوہ کا تذکرہ کچھ اس طرح کیا ہے۔

اخذها معه لما غزا قبرص فی البحر سنة ثمان و عشرين و كان معاوية اول من ركب البحر للغزاة فی خلافة عثمان رضی الله تعالى عنه

بخاری اور علامہ عینی کے حوالاجات کا خلاصہ

مذکورہ غزوہ سب سے پہلے سیدنا عثمان غنیؓ کی خلافت میں حضرت امیر معاویہؓ نے انجام دیا۔ جس میں حضرت ام حرام زوجہ عبادہ بن صامتؓ بھی شریک تھیں۔ جب مجاہدین کا قافلہ لوٹ کر ملک شام واپس آیا۔ تو سواری کے جانور کے گرنے کے سبب حضرت ام حرام کی گردن ٹوٹ گئی، اور اسی کے سبب انکی موت ہوئی۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ سب سے پہلے ہونے والے اس دریائی سفر میں شریک تھے۔

اب حضرت ام حرامؓ کی حدیث کی دوسری سند اور اسکے دوسرے راوی عمیر بن الاسود عنسی سے مروی الفاظ کو ملاحظہ کیجئے۔

امام بخاری نے کتاب الجہاد باب ما قیل فی قتال الروم میں نقل کیا ہے:

حدثنی اسحاق بن یزید الدمشقی ،حدثنا یحیی بن حمزة قال : حدثنی ثور بن یزید ،عن خالد بن معدان ان عمیر بن الاسود العنسی حدثه انه اتی عبادة بن الصامت وهو نازل فی ساحة حمص وهو فی بناء له ومعه ام حرام قال عمیر فحدثنا ام حرام انها سمعت النبی ﷺ یقول اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول الله ! انا فیهم قال: انت فیهم ثم قال البنی ﷺ اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم فقلت انا فیهم یا رسول قال: (بخاری۔1،409)

۱، علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

ان الاسناد کله شامیون

اس روایت کی سند میں تمام راویان شامی ہیں۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری، ج14، ص198)

اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

والاسناد کله شامیون

اس روایت کی سند میں تمام راویان شامی ہیں۔(فتح الباری شرح بخاری۔ج6،ص102)

عینی اور عسقلانی کے اس قول کے بعد کہ''اسکے راوی صرف شامی ہیں'' سے ثابت ہوتا ہے۔کہ یہ روایت غریب ہے۔بلکہ شاذ بھی ہے۔

اس روایت کا راوی عمیر بن الاسود العنسی بھی شام کا رہنے والا اور حضرت ام حرامؓ کا غیر محرم بھی ہے۔اور اس عمیر بن الاسود کا شاگرد خالد بن معدان ہے۔جسکے بارے میں تہذیب التہذیب ج 1 ص 22 میں ہے۔کہ''یرسل کثیراً'' جو زیادہ تر مرسل روایات بیان کرتا ہے۔اسکا شاگرد ثور بن یزید ہے۔علامہ بدرالدین عینیؒ نے اسکا تعارف''حیوان مشہور'' کہہ کر کرایا ہے۔یہ حمص کا رہنے والا ہے اور قدریہ فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔اسکا دادا جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھا۔اسی جنگ میں وہ قتل ہوا۔ثور کا یہ حال تھا۔کہ جب وہ حضرت علی علیہ السلام کا ذکر کرتا۔تو کہتا میں ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا، محبت نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا۔اہل حمص نے قدریہ مذہب رکھنے کہ وجہ سے اسے شہر بدر کر دیا تھا۔چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے:

یقال انه قدریا و کان جده قتل یوم صفین من معاویة و کان ثوراً اذا ذکر علیا قال : لااحب رجلاً قتل جدی نفاه اهل الحمص لکونه قدریا۔ (تہذیب التھذیب 2/36،تقریب التہذیب 1/76)

قال احمد بن حنبل کان ثور یری القدر و کان اهل الحمص نفوه اخرجوه و احرقوا داره (میزان الاعتدال 1/386)

اسی ثور بن یزید (مشہور ناصبی) کے بارے میں محمد بن سعد نے طبقات الکبری ج7 ص324 اور تہذیب التہذیب ج2 ص23 میں ہے۔

و کان جد ثور بن یزید قد شهد صفین مع معاویة رضی اللہ عنہ وقتل یومئذ

فکان ثور اذا ذکر علیا قال :لا احب رجلاً قتل جدی

ثور بن یزید کا دادا صفین کے معرکے میں حضرت معاویہ ؓ کی طرف سے لڑا اور جنگ کے اندر قتل ہو گیا۔لہذا جب بھی ثور کے سامنے حضرت مولا علی ؓ مشکل کشا کا ذکر ہوتا۔تو کہتا:

میں ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا اور محبت نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا۔

کیا اب ایسے کلغی والے خارجی کی روایت لینا علم المصطلح کی رو سے صحیح ہے؟ ہر گز نہیں ۔مگر یہاں ایک اہم نکتہ یاد رکھنا چاہیے۔کہ کبھی یہی خارجی، دشمن اہل بیت اگر اہل بیت کے حق میں کوئی بات ذکر کرے گا۔تو اسے ضرور قبول کیا جائے گا ۔کیونکہ یہ ''مخالف دھڑے کی شہادت'' ہے۔یعنی بات اتنی پکی اور سچی ہے۔کہ اتنا گھٹیا دشمن ہو کر کے بھی انکار نہیں کر سکا۔

اور پھر مسلم شریف کے حدیث کی رو سے یہ ثور بن یزید دشمنان اہل بیت ہونے کے علاوہ منافق بھی ہے۔

ان لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک مومن کے علاوہ کوئی علی ؓ سے محبت نہیں رکھتا اور منافق کے علاوہ کوئی علی ؓ سے بغض نہیں رکھتا۔

اسی ثور کا شاگرد یحیی بن حمزہ ہے۔یہ دمشق (شام) کا رہنے والا ہے اور اسکا تعلق بھی قدریہ فرقے سے ہے۔اسکے متعلق تہذیب التہذیب ج 1 ص 200 پر ہے۔

کان یرمی بالقدر روی عن ابن معین انه کان قدریا

اس پر قدری ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔اور ابن معین (بہت بڑے نقاد) سے روایت ہے کہ یہ قدری تھا۔

اور یحیی بن حمزہ کا شاگرد اسحاق بن یزید دمشقی ہے۔امام ابوزرعہ رازی نے بھی

اسکا زمانہ پایا۔ مگر کوئی روایت نہیں لی۔

قال ابی حاتم کتب ابی عنه وسمعت ابازرعة یقول ادرکناه ولم نکتب عنه (میزان الاعتدال، تهذیب التهذیب)

ابن ابی حاتم بیان کرتے ہیں۔ میرے باپ نے اس (اسحاق) سے حدیث لکھی۔ اور میں نے ابو زرعہ (راوی) سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کا زمانہ پایا ہے۔ مگر (بوجہ ضعیف ہونے کے) اس سے حدیث نہیں لکھی۔

ان تمام راویوں کے دمشقی، شامی، حمصی ہونے سے واضح تر ہو گیا۔ کہ ان راویوں نے اپنی طرف سے یا حکومت وقت کے اشارے پر ایسی روایات وضع کر کے اسلامی شہروں میں پھیلا دیں۔ جس سے حکومت وقت کی خوشنودی مل سکے۔ ان تمام حقائق قویہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ یہ روایت بالکل وضعی و جعلی اور ناقابل استدلال ہے۔

مطلب یہ کہ: اس پر کسی عقیدے اور عمل کی بنیاد رکھی جا سکتی ہی نہیں۔

قارئین: اب خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کس طرح قابل استدلال ہو سکتی ہے؟

ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ

معتبر ہونے میں وہ روایت ہو گی جسکو روایت کرنے میں پہلے مدینے والوں نے روایت کیا ہو۔ دوسرے درجے پر انکی معتبر ہو گی۔ جو بصرے والے روایت کریں۔

یعنی شامیوں کی روایت کیا اہل مدینہ (حضرت انسؓ) کے مقابلے میں قابل قبول ہو گی؟

شامی لوگ نصب میں اس قدر مشہور اور متشدد تھے۔ کہ انہوں نے صحاح ستہ کی مشہور کتاب سنن نسائی کے مصنف امام نسائیؒ کو خصائص علی علیہ السلام لکھنے کی پاداش میں مار مار کر قریب المرگ کر دیا۔ اور بالآخر وہ مکہ میں جا کر فوت ہو گئے۔ اور یہ شیعہ کی دشمنی میں اہل بیت اطہار کے ہی دشمن ہو گئے۔ جیسا کہ ابن کثیر نے البدایہ و

النہایہ ج ۱۱ میں لکھا ہے کہ

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من اهل الشام فكانوا فی يوم عاشوراء يطبخون الحبوب ويغتسلون ويتطيبون ويلبسون افخر ثيابهم و يتخذون ذالك اليوم عيدا يصنعون فيه انواع الاطعمة ويظهرون السرور والفرح يريدون بذلك عناد الروافض ومعاكستهم۔

روافض یعنی شیعہ جس عاشورہ کے دن غم کا اہتمام کرتے ہیں اسکے برعکس نواصبِ اہل شام اس دن (یوم عاشورہ) میں اناج پکاتے، غسل کرتے، پاک صاف ہوتے، خوشبو لگاتے، سب سے اعلیٰ لباس پہنتے اور اس دن کو عید کا دن قرار دیتے، انواع و اقسام کے کھانے بناتے، خوشی کا اظہار کرتے، اسکا مقصد شیعوں کی دشمنی میں انکے طریقے کا الٹ کرنا ہوتا تھا۔

رواۃ حدیث کے ضروری احوال جاننے کے بعد اب ہم ذرا متن حدیث پر غور کر لیتے ہیں۔

☆ اس حدیث میں پہلا لفظ "اول جیش" ہے۔ یزید ہرگز 'اول جیش' میں شامل نہیں ہے۔

☆ مغفرت کی بشارت والی حدیث میں "قسطنطنیہ" کے الفاظ کسی کتاب میں نہیں۔

☆ اور دوسرا لفظ "مدینہ قیصر" کا ہے

قیصر روم پر پہلا غزوہ اور بشارت مغفور لھم

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ: 32ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے بلادروم پر چڑھائی کی ۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ: خلیج قسطنطنیہ کی جنگ حضرت امیر معاویہؓ کی امارت میں 32 ہجری میں ہوئی اور وہ خود اس سال لوگوں پر امیر تھے۔ اسی طرح مندرجہ ذیل کتابوں میں ہے کہ وہ غزوہ 32 ہجری میں ہوا۔

☆ المنتظم ابن جوزی 5/19

☆ تاریخ طبری 4/304

☆ العبر ۔امام ذھبی 1/24

☆ تاریخ اسلام امام ذھبی (یزید کی اس وقت عمر تقریباً چھ سال تھی)

حضرت امیر معاویہؓ نے یہ حملہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں کیا

اور بہت ہی اہم بات کہ اس حدیث میں مدینہ قیصر سے مراد ''حمص'' ہے نہ کہ قسطنطنیہ۔لہٰذا بشارت مغفرت کے امین حمص پر حملہ کرنے والے مجاہدین ہیں۔اور حمص پر حملہ 15 ہجری میں ہوا۔جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا دور خلافت تھا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کھودتے وقت چٹان کو توڑتے ہوئے ایک بشارت قیصر و کسری کے فتح ہونے کے بارے میں دی تھی۔اسکی فتوحات کی تکمیل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کے تین سالوں میں ہو گئی تھی۔چنانچہ علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء 116، 28 میں لکھا ہے:

واستولی المسلمون فی ثلا ثۃ اعوام علی کرسی مملکۃ کسری و علی کرسی مملکۃ قیصر و علی امی بلادھما

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے دور خلافت کے) تین سالوں میں مسلمانوں نے قیصر و کسری کے شہروں تک اوران کے اہم شہروں کو فتح کرلیا تھا۔

اسی طرح ابن کثیر نے لکھا ہے کہ

پندرہ ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کی قیادت میں ایک لشکر حمص روانہ کیا۔اور بعد میں خالد بن ولیدؓ بھی اس میں شامل ہو گئے۔سخت سردیوں کے موسم میں مسلمانوں نے حمص کا محاصرہ کیا۔سردیوں کے اختتام تک محاصرہ جاری رہا۔بالاخر حضرت ابوعبیدہؓ نے حمص فتح کرلیا۔حضرت بلال حبشیؓ حضرت مقدادؓ اور

دیگر امراء کے ذریعے حضرت عمرؓ کے پاس فتح کی خوشخبری اور خمس روانہ کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

وجوز بعضهم ان المراد بمدينة قيصر المدينة التى كان بها يوم قال النبی ﷺ تلك المقالة وهی حمص و كانت دار مملكة اذ ذاك

اور بعض علماء کے نزدیک مدینہ قیصر سے مراد وہ شہر جہاں قیصر اس دن تھا (یعنی جو اسکا دار السلطنت تھا) جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمان فرمایا: وہ حمص ہے جو انکا دار السلطنت تھا۔ (فتح الباری 12/61)

اس وقت 15 ہجری میں یزید پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ بعض نے یزید کو اول جیش کا امیر لکھا ہے۔ یہ سہواً ہوا ہے۔ کیونکہ وہ امیر یزید بن فضالہ بن عبید تھے۔ یہاں یزید بن معاویہ کا نام راوی کی غلطی ہے۔

ابن کثیر نے لکھا ہے۔ کہ

عمران بن اسلم کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی ہمارے لشکر میں تھے۔

و كنا بالقسطنطنيه وعلى اهل مصر عقبه بن عامر وعلى اهل الشام رجل يزيد ابن فضالة ابن عبيد

اور ہم قسطنطنیہ میں تھے۔ اہل مصر پر عقبہ بن عامر اور اہل شام پر یزید بن فضالہ بن عبید امیر تھے۔ (تفسیر ابن کثیر 1/217)

سنن ابوداود کی یہ روایت بھی پڑھ لیجیے۔

حدثنا احمد بن عمرو بن السرح نا ابن وهب نا حيوة بن شريح و ابن لهيه عن يزيد بن ابی حبيب عن اسلم ابی عمران قال غزونا من المدينة يزيد القسطنطنيه وعلى الجماعة عبد الرحمن بن خالد بن وليد۔

ابوعمران کا بیان ہے کہ ہم جہاد کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ کی طرف

روانہ ہوئے اور سپہ سالار عبدالرحمان بن خالد بن ولید تھے

(سنن ابو داود مع احکام البانی رقم 2512۔ مستدرک حاکم 140 / 2۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن 118،119 / 2۔ احکام القرآن ازجصاص 326 / 1۔ تفسیر ابن ابی حاتم رازی 330،331 / 1)

اب بشارت والی حدیث اور محدثین کا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں

محدثین نے دوٹوک اور نہایت مدلل طریقے سے یہ وضاحت فرمائی ہے۔ کہ یزید قطعاً اس بشارت کا مصداق نہیں ہے۔ اور مغفرت عموم سے بالکل خارج ہے۔ مگر کچھ گمراہ لوگ یزید کو جنتی ثابت کرنے کے لئے اپنے ایمان کے پرخچے اڑا رہے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینیؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وکان فی ذالك الجیش ابن عباس وابن عمر و ابن زبیر و ابو ایوب الانصاری قلت الاظهروا ان هوءلاء السادات من الصحابة کانوا مع سفیان هذا فلم یکونوا مع یزید لانه لم یکن ابلاً ان یکون هولاء السادات فی خدمته قال المهلب فی هذا الحدیث منقبة لمعاویة کان اول من غزا البحر و منقبة لولده یزید لانه اول من غزا مدینة قیصر قلت ای منقبة لیزید وحاله مشهور فان قلت قال ﷺ فی حق هذا الجیش مغفور لهم قلت قیل لا یلزم من دخوله فی ذالك العموم ان الا یخرج بدلیل خاص اذا لا یختلف اهل العلم ان قوله ﷺ مغفور لهم مشروط بان یکوانو من اهل مغفرة حتی لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذالك لم یدخل فی ذالك العموم فدل علی انا المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة منهم۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری 10 / 12)

اور اس لشکر میں ابن عباس ، ابن عمر، ابن زبیر، اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنھم تھے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ:

یہ سردار صحابہ حضرت سفیان بن عوف ؓ کی قیادت میں تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں۔ کیونکہ یزید ہرگز اس قابل نہ تھا کہ سردار صحابہ اسکی سرکردگی میں ہوں۔ مہلب نے کہا اس حدیث میں حضرت معاویہ ؓ کی منقبت ہے۔ کہ انہوں نے سب سے پہلے بحری جنگ لڑی اور انکے بیٹے یزید کی منقبت ہے۔ جبکہ اسکا حال مشہور ہے۔ اگر تم کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لشکر کے لئے **مغفور لھم** فرمایا۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ عموم میں داخل ہونے کا یہ مطلب تو نہیں۔ کہ وہ دلیل خاص سے خارج نہ ہو سکے۔ کیونکہ اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مغفور لھم مشروط ہے۔ کہ وہ آدمی مغفرت کا اہل ہو۔ حتیٰ کہ اگر غازیوں میں کوئی مرتد ہو جائے۔ تو وہ اس عموم میں داخل نہیں رہتا۔ پس ثابت ہوا کہ مغفرت اسی کے لئے ہے۔ جو مغفرت کا اہل ہو گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے بھی تقریباً ایسی ہی بات لکھی ہے (فتح الباری شرح بخاری 12/61)۔ اور علامہ قسطلانی ؒ نے بھی ایسے ہی لکھا ہے بلکہ مزید فرمایا کہ (یزید) بنو امیہ کی حمیت کی وجہ سے اس غزوہ پر گیا تھا۔ (ارشاد الساری شرح بخاری 5/125)

یزید جس لشکر میں شامل تھا۔ وہ 52 ہجری میں قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ (جبکہ پہلا حملہ اس سے بہت پہلے ہو چکا تھا) اسکی دلیل یہ ہے کہ اس لشکر میں حضرت ابوایوب انصاری ؓ بھی شامل تھے۔ اور آپکا انتقال 52 ہجری میں ہوا۔

☆ علامہ ذھبی ؒ لکھتے ہیں:

وکان ابو ایوب مات سنتہ 52ھجری

حضرت ابوایوب انصاری ؓ کا انتقال 52 ہجری میں ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ 1/29)

☆ علامہ ابن حجر عسقلانی ؒ لکھتے ہیں۔

وكانت غزوة يزيد المذكورة في سنته اثنتين في خميس من الهجرة و في تلك الغزوة مات ابو ايوب الا انصاري فاوحى ان يدفن عندباب القسطنطنية فتح البارى

اور یزید کا مذکورہ غزوہ 52 ہجری میں ہوا۔اسی غزوہ میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا انتقال ہوا۔اور انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے قسطنطنیہ کے دروازے کے پاس دفن کیا جائے۔

☆ابن کثیر دمشقی نے لکھا ہے

وذالك سنة ٥٢هجرى اثنتين وخمسين ومعهم ابو ايوب فمات هناك

اسی سال 52 ہجری میں اسکے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی تھے۔اور آپ کا انتقال بھی وہیں ہوا تھا۔(البدایہ والنہایہ۔8/59)

ان تمام حوالاجات سے ثابت ہوا کہ یہ حملہ 52 ہجری میں ہوا۔اور اس میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی رحلت ہوئی۔اور قسطنطنیہ پر آخری حملہ تھا۔دوسری طرف ملاحظہ کیجئے کہ یزید اس غزوہ میں بھی شوق جہاد یا جوش جہاد سے نہیں گیا۔ بلکہ مجاہدین کو پہنچنے والی تکالیف پر خوشی کا اظہار کرنے کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ نے اسے جبراً بھیجا تھا

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

50 ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ نے ایک بہت بڑا لشکر حضرت سفیان بن عوفؓ کی قیادت میں بلاد روم پر حملے کے لئے بھیجا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس میں شریک ہونے کا کہا۔لیکن اسنے بڑی گرانی محسوس کی تو اسے آپ نے چھوڑ دیا۔پھر لوگوں کو یہ اطلاع ملی کہ اس لشکر کے مجاہدین سخت بھوک اور بیماری کا شکار ہوئے۔حضرت امیر معاویہؓ کو یہ اطلاع ملی کہ یزید نے اس لشکر کا حال سن کر یہ اشعار پڑھے:

مان ابالی بما لاقت جمود عهم بالفدقد البيدمن الحمى ومن شوم اذا اتطات على الانماط مر تفقا بديد مران عندى ام كلثوم وهى امراته بنت عبدالله ابن عامر فخلف ليخلفن بهم فسار فى جمع كثير

مجھے اسکی کوئی پرواہ نہیں کہ بخار اور بدقسمتی کی وجہ سے اس کھلے صحرا میں ان لشکروں پر کیا بیتی۔ جبکہ میں نے دیر مران میں بلند ہو کر قالینوں پر تکیہ لگا لیا۔ اور میرے پہلو میں ام کلثوم موجود ہے۔ اور یہ عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ تو حضرت امیر معاویہؓ نے قسم کھائی کہ یزید کو اس لشکر کے ساتھ بھیجیں گے۔ چنانچہ جماعت کثیرہ کے ساتھ روانہ کیا۔

(تاریخ ابن خلدون 19،20 /3)

ابن اثیر نے بھی یہی بات لکھی ہے۔ (ابن اثیر 3/658)

اب یزید کو جنتی ثابت کرنے والے دلائل کو اس جگہ پہنچا دیا ہے۔ جہاں اسکا اپنا دائمی ٹھکانہ ہے۔ اب محبان یزید کو ضرور یہ دعا کرنی چاہیے۔ کہ اے اللہ ہماری آخرت بھی یزید کے ساتھ کرنا۔ اور ہم بھی یہ کہتے ہیں۔ کہ ایسے لوگوں کی دعا کو رب کائنات ضرور قبول فرمائے۔

قارئین: ایک اچھنبے کی بات کہ یزید کا اپنا بیٹا اسے جنتی نہ کہے، جو اسکی پشت سے پیدا ہوا ہے۔ بلکہ اسنے جو کچھ اسکے فضائل (اسکا خطبہ آئندہ آنے والا ہے) بیان کئے ہیں۔ اللہ تعالی بچائے۔ اسکا بیٹا اسکو جنتی سمجھتا ہوتا۔ تو اسکے عیب بیان کرتا۔ بلکہ وہ تو فخر کرتا۔ مگر افسوس وہ تو ہاتھ ملتا رہ گیا۔ مگر ان لوگوں سے ضرور پوچھنا چاہیے (جو یزید کی حمایت میں ایمان کے پرخچے اڑا رہے ہیں) کہ تمہارا اسکے ساتھ کس حیثیت سے رشتہ ہے؟

قاتلِ حسینؓ

اب ذرا آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ کیا یزید پر اسکی ذمہ داری عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

امر یزید بقتل مسلم فکتب الیه ان یطلب مسلم بن عقیل فیقتله ان وجده فجاء بمسلم الی عبید الله و امر به فاصعده الی اعلی القصر فضربت عنقه والقی جثته الی الناس وامر بهانی فسحب الی الکناسة فصلب هنا (تاریخ طبری۔ ج6، ص194۔196)

یزید نے ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کرنے کے بعد اسکو حکم دیا کہ مسلم بن عقیل کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ امام مسلم کو عبدالرحمان نامی کوفی دھوکہ سے پکڑ کر لے آیا۔ اور ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا۔ کہ انھیں محل کی سب سے اونچی چھت پر لے جاؤ۔ اور انکا سر قلم کر دو۔ اور ان کے دھڑ کو اتنی بلندی سے گلی میں پھینک دو۔ اور ابن ابن زیاد کے حکم سے ہانی کو بھی گھسیٹ کر لے گئے۔ جہاں غلاظت کا ڈھیر تھا۔ وہاں لے جا کر انھیں سولی دے دی گئی۔

تاریخ کامل میں ہے:

بعث ابن زیاد براس مسلم و هانی الی یزید و کتب الیه یزید یشکره (ج6۔ص36)

پھر ابن زیاد نے ان دونوں شہیدان باوفا کے سروں کو کوفہ سے دمشق یزید کے پاس بھیجا۔ یزید نے ابن زیاد کو خط لکھا جس میں اس نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ (اسکا مطلب یہ حکم، روایت پہلے سے چلی آ رہی تھی۔ کہ جب بھی اہل بیت سے کسی کو شہید کرو تو فوراً یزید کے پاس بھیجو۔)

یزید کے حمایتی لوگ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان پاک کے ساتھ جو کچھ

ہوا اسکی ذمہ داری ابن زیاد پر عائد ہوتی ہے۔ یزید تو بہت دور دمشق میں بیٹھا ہوا تھا۔ جو کچھ ہوا اسکے حکم کے بغیر ہوا۔ جب اسکو اس بات کا پتہ چلا تو بہت آزردہ ہوا وغیرہ وغیرہ۔

کاش ایسے ہی ہوا ہوتا مگر حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے۔ جب ابن زیاد نے شہیدان کربلا کے سروں اور خاندان نبوت کی تطہیر والی چادریں اوڑھنے والی پاک خواتین کو یزید کے دربار میں بھیجا۔ تو اسنے سب سے پہلا سلوک کیا کیا:

چنانچہ امام طبری لکھتے ہیں:

او فده الی یزید بن معاویه و معه الراس فوضع راسه بین یدیه وعنده ابو برزه الاسلمی وجعل ینکت بقضیب علی فیه ویقول: یفلقن ھا ما من رجال اعزة علینا وھم کانو نواعق و اظلما وقال له ابو برزة ارفع قضیبك فوالله لربما رایت رسول الله علی فیه یلثمه (تاریخ طبری۔ ج6،ص220)

ابن زیاد نے قاتل حسین علیہ السلام کے ہاتھ آپ کے سر مبارک کو یزید کے پاس بھیجا۔ اسنے وہ سر مبارک یزید کے سامنے رکھ دیا۔ ایک صحابی ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ یزید ایک چھڑی سے آپ کے لب ہائے نازنین پر کچوکے دینے لگا۔ اور یہ شعر پڑھنے لگا:

انھوں نے ایسے آدمیوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیا جو ہمیں عزیز تھے۔ لیکن وہ بہت نافرمان اور ظالم تھے۔ ابو برزہ اسلمی بڑھاپے کے باوجود اس گستاخی کو برداشت نہ کرسکے اور فرمایا: اے یزید: اپنی چھڑی کو پرے ہٹالے۔ بخدا میں نے بکثرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس منہ مبارک کو چومتے ہوئے دیکھا ہے۔

اسی طرح ابن اثیر نے لکھا ہے

ثم اذن للناس فد خلوا علیه والراس بین یدیه ومعه قضیب

وھو ینکت بہ شغرہ ثم قال ان ھذا وایانا کما قال الحصین بن ھمام ابی قومنا ان ینصفونا فانصفت قواضب فی ایماننا تقطر الدما یفلقن ھاما من رجال اعزۃ علینا وھم کانوا اعق واظلما

جب اسکے پاس سر مبارک رکھا گیا۔تو اسنے لوگوں کو اپنے دربار میں آنے کی اجازت عام دی۔ جب لوگ جمع ہو گئے۔تو اسنے ایک چھڑی سے آپ (حضرت امام حسین علیہ السلام) کے دندان مبارک پر ضربیں لگانا شروع کیں اور ساتھ ہی کہنے لگا: بے شک ان کی اور ہماری حالت ایسی ہی ہے جیسے ایک شاعر نے کہا تھا: ہماری قوم نے انکار کیا کہ ہمارے ساتھ انصاف کریں۔تو ہماری تلواروں نے انصاف کیا۔جو دائیں ہاتھ میں تھیں اور ان سے خون ٹپک رہا تھا۔ان تلواروں نے ان لوگوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیا۔جو ہمیں عزیز تھے۔لیکن وہ بڑے نافرمان اور ظالم تھے۔

قارئین غور فرمائیے: کہ جو لعنتی عام لوگوں کے سامنے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کٹے ہوئے سر انور کو سامنے رکھ کر اپنی ناپاک چھڑی سے ان پاک ہونٹوں پر ضربیں لگاتا ہے۔جو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بوسہ گاہ تھی۔اور جو متکبرانہ شعر پڑھتا ہے۔کیا یہ آزردہ ہونے کی نشانی ہے؟ کیا ایسے عمل کو کسی بھی مذہب میں دکھیا ہونے کا نام دیا جا سکتا ہے؟

اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے۔

عن عبد الرحمان بن ابی لیلی عن ابیہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا یومن عبد حتی اکون احب الیہ من نفسہ واھلی احب الیہ من اھلہ وعترتی احب الیہ من عترتہ ۔وذاتی احب الیہ من ذاتہ رواہ الطبرانی والبیھقی۔

(الطبرانی فی معجم الکبیر 7/75 الرقم: 6416۔البیھقی فی شعب الایمان: الرقم 1505۔والھیثمی فی مجمع الزوائد 1/8)

حضرت عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں۔ اور میرے اہل بیت اسے اس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہو جائیں۔ اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے۔ اور میری ذات اسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہو جائے

کیا یزید امام حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر مبارک کو سامنے رکھ کر اپنی ناپاک چھڑی سے نبی پاک ﷺ کی بوسہ گاہ کو ضربیں محبت اہل بیت میں لگا تا رہا تھا (نعوذ باللہ)؟ یقیناً نہیں (بلکہ بغض اہل بیت کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے درجے پر فائز تھا) تو پھر وہ نبی پاک ﷺ کے اوپر والے ارشاد مبارک کے مطابق مومن کیسے ہوسکتا ہے؟

الصواعقِ المحرقہ میں ہے کہ

وقال ابن جوزی فیما معاہ سبطه عنه لیس العجب من خذلان یزید وضربه بالقضیب ثنا یا الحسین وحمله ال رسول الله ﷺ سبا یا علی افتاب الجمال وذکر اشیاء من قبیح ما اشتهر عنه ورده الرأس الی المدینة وتد تغیرت ریحه ثم قال وما کان مقصوده الا الفضیحه واظهار الرأس فیجوز ان یفعل هذا بالخوارج والبغاة یکفنون ویصلی علیهم وید فنون ولولم یکن فی قلبه احقاد جاهلیة واضغان بدریة لاحترم الرائس لما وصل الیه و کفنه ودفنه واحسن الی ال رسول ﷺ (الصواعق المحرقه ص219)

ابن جوزی نے کہا جیسا کہ ان کے پوتے نے ان سے بیان کیا کہ ابن زیاد کا امام حسین ؓ کو قتل کرنا اس قدر تعجب خیز نہیں۔ تعجب خیز تو یزید کا خاندان ہے اور اسکا امام عالی

مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر لکڑی مارنا اور آل رسول کو قیدی بنا کر اونٹوں کے پالانوں پر بٹھانا ہے۔ابن جوزی نے اس قسم کی بہت سی قبیح باتوں کا ذکر کیا ہے جو اس یزید کے بارے میں مشہور ہیں۔ پھر یزید نے امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر انور اس وقت مدینہ منورہ میں واپس لوٹایا۔ جبکہ اس کی بو متغیر ہو چکی تھی۔تو اس سے اسکا مقصد سوائے فضیحت اور سر انور کی توہین کے اور کیا تھا؟ حالانکہ خارجیوں اور باغیوں کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ بھی جائز ہے۔اور اگر اسکے دل میں جاہلیت کا بغض و کینہ اور جنگ بدر کا انتقامی جذبہ نہ ہوتا۔تو جب اسکے پاس امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر انور پہنچا تھا۔تو وہ اسکا احترام کرتا اور اسکو کفن دے کر دفن کرتا اور آل رسول ﷺ کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتا؟

اسی طرح امام ذہبی لکھتے ہیں:

ابو حمزہ بن یزید حضرمی بیان کرتے ہیں۔کہ انہوں نے یزید کی دایا کو دیکھا۔جبکہ اسکی عمر سو برس کو پہنچ چکی تھی۔اور اسکا نام ریا تھا۔اسنے بیان کیا۔کہ ایک شخص نے یزید کے پاس آکر کہا تھا: خوشخبری ہو اے یزید! اللہ تعالی نے آپ کو حسین رضی اللہ عنہ سے نجات دے دی۔ یہ کہتے ہوئے اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یزید کے سامنے رکھ دیا ..... حضرمی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: کیا یزید نے اپنی چھڑی امام حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں کو ماری تھی۔؟ اس نے کہا: ہاں خدا کی قسم۔ پھر حمزہ نے کہا کہ اسے گھر کے بعض افراد نے بتایا۔کہ تین دن تک امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دمشق میں لٹکا رہا۔

(سیر اعلام النبلاء۔ج3 ص319)

یزید نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا۔اس میں لکھتا ہے۔

بعد ازاں مجھے اطلاع ملی ہے کہ ملحد ابن زبیر نے آپ کو اپنی بیعت کی دعوت دی تھی ....

پھر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے جواب میں لکھا: کہ

......تم نے حسینؓ اور خاندان عبدالمطلب کے ان جوانوں کو قتل کیا۔ جو ہدایت کے چراغ اور ناموروں میں ستارے تھے۔ تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے انھیں ایک کھلے میدان میں اس حال میں چھوڑا کہ وہ خون میں لت پت تھے۔ انکے بدن پر جو کچھ تھا۔ چھینا جا چکا تھا۔ پیاس کی حالت میں انھیں قتل کیا گیا۔ اور بے کفن، بے دفن رہنے دیا گیا۔ ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں .... یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ایک ایسی قوم کو ان کے کفن، دفن کی توفیق دی جو ان کے خون میں شریک نہ تھی

(الکامل۔ ابن اثیر: 4/51،50)

☆ یعنی یزید گستاخ صحابہ بھی تھا۔ اسی لئے عبداللہ بن زبیرؓ کو "ملحد" لکھ رہا ہے۔

☆ عبداللہ بن عباسؓ کی گواہی کے مطابق: کربلا میں جو کچھ ہوا "یزید کے حکم" سے ہوا۔

اب دیکھتے ہیں کہ کیا اسنے اس فتح پر مبارک بادیں وصول نہیں کیں۔

وجزهم (ابن زیاد) رحملهم الی یزید فلما قدموا علیه جمع من کان بخضرته من اهل شام ثم ادخلوهم فهنوا بالفتح

(البدایہ والنہایہ۔ ج8،ص197۔ تاریخ طبری ج6ص220)

ابن زیاد نے اس اجڑے، لٹے پٹے قافلے کو تیار کیا اور یزید کی طرف بھیجا۔ جب وہ دمشق پہنچے۔ تو یزید نے ملک شام کے رؤسا کو اپنے دربار میں اکٹھا کیا پھر اس بھری محفل میں اسکے سامنے خاندان نبوت کی مستورات کو لایا گیا۔ اور اسکے درباریوں نے یزید کو اس فتح پر مبارک باد پیش کی۔

☆ علامہ ابن حجر مکیؒ نے (الصواعق المحرقہ۔ 455 میں) لکھا ہے۔ کہ یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا۔ اس نے آکر آپ کو قتل کر دیا۔ اور آپ کا سر یزید کو بھیج دیا۔ جس پر اس نے ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا۔

اب یزید نے یہ سارے کام محبت میں تو کئے نہیں؟ یقیناً شدید ترین بغض کی وجہ

سے۔تو آیئے پھر دیکھتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے: چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ روایت (اسکی سند صحیح ہے) بیان فرماتے ہیں۔کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لا یبغضنا اھل البیت احد الا ادخلہ اللہ النار

(مستدرک للحاکم۔3/150)

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔جو کوئی بھی ہم اہل بیت سے بغض رکھے گا اللہ اس کو ضرور جہنم میں داخل کرے گا

اب جو دشمنان اہل بیت زندہ رہ گئے ان کا بھی سنئے، چنانچہ مشہور ثقہ تابعی حضرت ابورجاء عطاری فرمایا کرتے تھے:

لا تسبو علیا ولا احدا من اھل البیت فان جارا لناس من بلھجیم قال قدم علینا من الکوفۃ قال آما ترون الی ھذا الفاسق بن الفاسق قتلہ اللہ فرماہ اللہ بکو کبین فی عینیہ فذھب بصرہ۔(تھذیب التھذیب 430/1۔معجم الکبیر 3/122 روایت[سند صحیح]:2830)

علی اور اھل بیت میں سے کسی کو برا بھلا نہ کہو بلھجیم کا ہمارا ایک پڑوسی ہمارے پاس کوفہ آیا اور اس نے کہا کیا تم اس فاسق کے بیٹے فاسق (نعوذ باللہ) کی طرف نہیں دیکھتے (یعنی امام حسینؓ) اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا۔اللہ تعالیٰ نے اسکی دونوں آنکھوں میں دو ستارے پھینکے اور اسکی آنکھیں ضائع ہو گئیں یعنی یہ بد بخت دنیا میں ہی اندھا ہو گیا۔

ایک اور روایت (حسن صحیح) امام ترمذی بیان کرتے ہیں کہ عمارہ بن عمیر روایت کرتے ہیں۔

لما جیء براس عبیداللہ بن زیاد واصحابہ نضدت فی المسجد فی الرحبۃ فانتھیت الیھم وھم یقولون قد جاءت قد جاءت

فاذا خیة قد جاء ت تخلل الرؤس حتی دخلت فی منخری عبیداللہ بن زیاد فمکثت هنیهة ثم خرجت فذهبت حتی تغیبت حتی تغیبت ثم قالوا قد جائت قد جاء ت ففعلت ذالك مرتین او ثلاثا (جامع الترمذی۔ باب مناقب امام حسنؓ و حسینؓ۔ حدیث 1715)

جب عبیداللہ بن زیاد اور اسکے ساتھیوں کے سر لا کر مسجد رحبہ میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھے گئے۔ تو میں ان کے پاس گیا۔ کہ اچانک لوگ کہنے لگے وہ آ گیا وہ آ گیا۔ دیکھا کہ ایک سانپ آیا وہ ان سروں کے درمیان سے نکلتا ہوا۔ ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا تھوڑی دیر ٹھہر کر چلا گیا۔ یہاں تک کہ غائب ہو گیا۔ لوگوں نے پھر کہا۔ وہ آ گیا وہ آ گیا۔ دو یا تین بار اس نے اسی طرح کیا

اسی طرح ربیع بن منذر ثوری اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

جاء رجل یبشر الناس بقتل الحسین فرایته اعمی یقاد

(تھذیب التھذیب 1/429)

ایک آدمی لوگوں کو قتل حسینؓ کی خوشخبری دینے کے لئے آیا بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ اندھا ہو گیا اور لوگ اس کو پکڑ کر چلاتے تھے

دعوت فکر:

پہلی بات کہ اگر عام یزیدیوں کو معلوم تھا کہ امام حسینؓ کو منصوبے کے تحت شہید کر دیا گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ مبارک باد دیتا پھر رہا تھا۔ تو یزید جو حاکم وقت تھا۔ اسکو معلوم ہی نہیں تھا؟

دوسری بات اگر چھوٹی بے ادبی کرنے والوں کا یہ انجام ہوا ہے اور پھر ابن زیاد لعین کے سر کے ساتھ جو کچھ ہوا۔ تو جس نے سب کچھ کروایا اور مبارک بادیں وصول

کیں اسکا انجام تو عقل انسانی میں کسی طور نہیں آسکتا۔

کچھ روایات میں ہے کہ اسنے بہت افسوس کا اظہار کیا اور ابن زیاد کو برا بھلا کہا۔ اسکے بارے میں ابن اثیر اپنی تاریخ کامل۔ ج4 ص 87) میں لکھتے ہیں

لما وصل راس الحسين الى يزيد حسنت حال ابن زياد عنده وزاده ووصله وسده مافعل ثم لم يلبث الا يسيرا حتى بلغه بعض الناس له ولعنهم وسلبهم فندم على قتل حسين

جب امام حسین پاک کا سر مبارک یزید کے پاس پہنچا۔ تو یزید کے دل میں ابن زیاد کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی۔ اسکی عزت میں اضافہ ہو گیا جو کچھ اسنے کیا تھا یزید اس پر بڑا خوش ہوا لیکن تھوڑی دیر کے بعد اسکو یہ اطلاعیں ملنا شروع ہو گئیں کہ لوگ اس وجہ سے اسکے خلاف بغض رکھنے لگے۔ اور اس پر لعنتیں بھیجتے ہیں اور اسے سب و شتم کرتے ہیں۔ تو پھر امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اس کو ندامت ہوئی۔۔

مطلب یہ کہ وہ اس کام پر خوش بھی ہوا اور یہ کام کرنے والوں پر بھی بہت خوش ہوا۔ اور پھر سب سے پہلے یزید پر لعنت اور سب و شتم خود اسکی رعایا نے شروع کیا اور پھر کہنے لگا۔

فبغضنى بقتله الى الحسين وزرع فى قلوبهم العداوة فابغضنى البر والفاجر بما استعظموه قتلى الحسين ،مالى ولا بن مرجانة لعنة الله و غضب عليه

ابن زیاد نے آپ کو شہید کر کے مجھے مسلمانوں کی نگاہوں میں مبغوض بنا دیا ہے انکے دلوں میں میری عداوت بھر دی ہے۔ اور ہر نیک و برا شخص میرے ساتھ بغض کرنے لگا ہے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے امام حسین پاک کو قتل کر کے بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے۔ اور اس پر اپنا غضب نازل کرے۔ اسنے

مجھے برباد کردیا۔

اب ایک بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ یزید شروع میں بہت خوش ہوا۔ کہ اسنے امام پاک کو قتل کردیا۔ مگر جب لوگوں میں اپنی بدنامی اور رسوائی کا احساس ہوا۔ تو مگر مچھ کے آنسو بہانے لگا۔ نہ کہ امام عالی مقام امام حسینؓ کے قتل پر شرمندہ ہوا؟

اسلئے کہ اگر وہ ندامت میں سچا ہوتا تو

☆ ان لوگوں کو سزائیں دیتا۔ مگر سزا تو دور کی بات کسی بدبخت کو معزول تک نہیں کیا۔

☆ کیا اسنے قصاص لیا؟

اور دوسری بات کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں شخصی لعنت نہیں کرنی چاہیے۔ تو ان یزید کے حمائتی لوگوں سے سوال ہے کہ تمہارے اپنے امام یزید نے ابن زیاد پر لعنت کی ہے۔ اور مروان نے یزید اور اسکے حواریوں پر لعنت کی ہے۔ اور شامیوں نے یزید پر لعنت کی ہے۔ اب کیا کہتے ہو؟ پھر اسنے خاندان نبوت کے ساتھ قدرے اچھائی (؟) سے پیش آیا۔ جسکے بارے میں حضرت سکینہ سلام اللہ علیھا فرماتی ہیں:

فكانت سكينة تقول: ما رايت رجلا كافرا بالله خيرا من يزيد بن معاويه (تاریخ طبری۔ 341)

حضرت سیدہ سکینہ سلام اللہ علیھا نے فرمایا: کہ میں نے کسی کافر کو یزید سے بڑھ کر اچھا نہیں دیکھا:

ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ

لكنه مع هذا لم يظهر منه انكار قتله والا نتصار له والا خذ بثاره: كان هو الواجب عليه فصار اهل الحق يلو مونه على تر كه للواجب مضافا الى امور اخرى

قتل (امام حسین علیہ السلام) کے معاملے میں یزید نے اپنے انکار کا اظہار نہیں کیا۔ انکی برتری کے لئے اور نہ ہی خون (امام حسین علیہ السلام) کا بدلہ لیا۔ جو کہ اس پر واجب تھا ۔پس اہل حق نے یہ دیکھ کر اسکو مورد الزام ٹھہرانے لگے۔ کہ اسنے واجبات کو ترک کیا اور بعض دیگر امور کی وجہ سے۔

(مجموع الفتاوی ابن تیمیه ج3ص410۔15ر4 المحقق: عبدالرحمن بن محمد بن قاسم الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينه النبويه، المملكة العربية السعودية عام النشر 1416ھ/1995ء)

اسی طرح (شرح فقہ 1 کبر ص88) پر ہے۔

من تحليل الخمر ومن تفهه بعد قتل الحسين و الصحابه انی جا زيتم بما فعما لوا باشياخ وصناديدهم فی بدر وامثال ذالك ولعله وجه قال الامام احمد بتكفيره لما ثبت عنده نقل تقريره

کہ اس نے شراب کو حلال سمجھا اور حسین اور انکے ساتھیوں کے قتل کے وقت اس نے منہ سے نکالا (بکواس کیا) کہ میں نے حسین وغیرہ سے بدلہ لیا ہے جوانہوں نے میرے بزرگوں اور رئیسوں کے ساتھ بدر میں کیا تھا۔ ایسی اور باتیں ہیں یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل کی یزید کو کافر کہنے کی کہ انکے نزدیک اسی تقریر کی نقل ثابت ہوئی ہے۔

دعوت فکر؟

قرآن میں ارشاد ہے کہ

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا (سورۃ الاحزاب۔آیت 57)

بے شک جولوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کوایذ ادیتے ہیں۔ اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ اور انکے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ رشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (التوبہ۔61(2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جولوگ ایذا دیتے ہیں انکے لئے دردناک عذاب ہے۔

اب قاعدہ کیا ہے

فان ترتب الحکم علی الوصف یشعر بعلیته له

کہ بے شک جب حکم کسی وصف پر لگتا ہے۔ تو وہ وصف اس حکم کے لئے علت کا درجہ رکھتا ہے۔

یعنی جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کی طرف سے ایذا دینا ثابت ہوجائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر لعنت دردناک عذاب کا ملنا ثابت ہوجائے گا۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینا وجہ ہوگا۔ لعنت اور عذاب کے نزول کا۔

1۔ مسلم شریف میں ہے۔ کہ

قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: انما فاطمة بضعة منی، یوءذینی ما آذاها

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بے شک فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جو بات اسے اذیت دے وہ مجھے اذیت دیتی ہے۔

تو کیا حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اپنے جگر کے ٹکڑے امام حسین رضی اللہ عنہ اور انکے جگر پاروں کو شہید کرنے پر اذیت نہیں پہنچی ہوگی؟ یقیناً پہنچی ہوگی۔ تو جب آپ رضی اللہ عنہا کو اذیت

پہنچی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچی۔ تو اب جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دی اس نے یقیناً اللہ کو اذیت دی۔ جسنے اللہ کو اذیت دی اسکا ٹھکانہ جہنم اور اس پر اللہ کی لعنت۔

2۔ بخاری شریف کتاب الوضو میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہے (یسار) کو جنھوں نے شہید کیا۔ انکے بارے میں حکم دیا گیا' کہ انکو قتل کر دیا جائے۔ تو کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہے کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ نسبت ہے جو حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے؟ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ظاھری طور پر موجود ہوتے تو نہ جانے کیا حکم فرماتے۔

2۔ عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال نظر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی علی و الحسن و الحسین و فاطمة علیھم السلام فقال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم (فضائل صحابہ۔ امام احمد بن حنبل)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی، سیدنا حسن، سیدنا حسین اور سیدہ کائنات سیدہ فاطمہ علیھم السلام کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا: میں ان سے لڑتا ہوں جو تم سے لڑتے ہیں۔ اوران سے صلح کرتا ہوں جو تم سے صلح کرتے ہیں۔

اسی طرح اسی کتاب کی حدیث نمبر 1359، 1376، 1378 میں جو ان دونوں سے بغض رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

اب ذرا سوچئے کی جب یزید اور اسکے حواری حضرت امام حسین علیہ السلام سے لڑ رہے تھے۔ تو اس وقت وہ حقیقتاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کر رہے تھے۔ تو جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرے اسکا ٹھکانہ جنت ہوگا؟۔ یقیناً نہیں بلکہ جہنم ہوگا۔ اور وہ جب تلواریں مار رہے تھے تو یقیناً وہ محبت کی وجہ سے تو نہیں مار رہے تھے۔ بلکہ کمال درجے کے بغض کی وجہ سے۔ تو اوپر والی روایات کی روشنی میں جو امام حسین علیہ السلام سے بغض رکھے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھتا ہے۔ تو جو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

بغض رکھے اسکا ٹھکانہ یقینا جہنم ہے۔

3۔قرآن میں ارشاد ہے

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا تکلیف میں پڑنا گراں گزرتا ہے۔تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مومنوں پر کمال مہربان۔(سورۃ توبہ)

اب جب بندہ مومن کو کسی قسم کی تکلیف پہنچتی ہے وہ دنیا کے کسی کونے میں ہو۔تو نبی پاک ﷺ (خیال رہے قرآن نے لفظ رسول کہا ہے۔مطلب جب تک آپ رسول ہیں۔آپ کب تک رسول ہیں؟ کہا آپ قیامت تک رسول ہیں ۔کہا پھر قیامت تک آپ کو یہ تکلیف پہنچتی رہی گی۔) کو اس بندہ مومن کی وہ تکلیف گراں گزرتی ہے۔جب عام مومنوں کا یہ حال ہے تو ذرا سوچئے جب اپنے بیٹوں کے حلقوں پر چھریاں چل رہی ہونگی اس وقت نبی پاک ﷺ کو پہنچنے والی اذیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ہے کوئی زبان جو اسکو بیان کر سکے؟ تو جس نے حبیب خدا ﷺ کو تکلیف پہنچائی اسکا ٹھکانہ جہنم اور اس پر اللہ کی لعنت۔

4۔ عن زيد بن ابي زياد قال خرج رسول الله ﷺ من بيت عائشة فمر على بيت فاطمة فسمع حسينا يبكى فقال: الم تعلمى ان بكائه يوء ذينى

حضرت زید بن ابی زیادؓ سے روایت ہے۔نبی پاک ﷺ ام المومنین حضرت عائیشہ (طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا) کے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ (طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا) کے دولت خانہ سے گزر ہوا، حضرت امام حسینؓ کے رونے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا: بیٹی!

کیا آپ کو معلوم نہیں! انکا رونا مجھے ایذا (تکلیف) دیتا ہے:

(نور الابصار فی مناقب البیت النبی المختار، ص 139)

ذرا سوچئے! کہ جب شہزادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام عالی مقام امام حسین ؓ کے اپنی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ کے گھر میں رونے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا (تکلیف) پہنچتی تھی۔ تو جب یزیدی فوجی یزید کے حکم پر حضرت امام حسین ؓ کے جسم اطہر پر تلواروں، برچھیوں، نیزوں سے وار کر رہے ہونگے اور آپ کے جسم پاک پر گھوڑے دوڑائے جارہے ہونگے عین اس وقت دونوں جہان کے میر ومختار کو ایسی ایذا (تکلیف) پہنچی کہ آپ اپنے مزار پاک سے نکل کر کربلا کے بیابانوں میں پراگندہ حال (جبکہ خاک آپ کے بوسے لے رہی تھی) امام حسین ؓ اور آپکے ساتھیوں کا خون جمع کرتے ہوئے دیکھے گئے (بروایت حضرت امہ سلمہ ؓ)۔ اب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسین ؓ کو شہید کرنے پر جو تکلیف پہنچی وہ تو بیان سے باہر ہے۔ تو پھر یقینا یزید اور اسکے مددگاروں پر اللہ کی لعنت اور دردناک عذاب ثابت ہو گیا۔

5۔ بخاری شریف میں ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت وحشی کو فرمایا:

فهل تستطيع ان تغيب وجهك عنى

تو کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے غیب رکھ سکتے ہو۔ (بخاری رقم 689)

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے صراحتاً لکھا ہے

امره النبی ﷺ ان يغيب وجهه عنه

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں حکم فرمایا تھا۔ کہ وہ اپنا چہرہ آپ سے پوشیدہ رکھا کرے۔ (الاصابۃ۔ ج6ص 470)

اب میرا یہ سوال ہے کہ:

کیا حضرت وحشی مسلمان نہیں تھے؟

کیا ان پر "الاسلام یجب ماقبلہ" (اسلام اپنے ماقبل کو مٹا دیتا ہے) کا اطلاق نہیں ہوتا؟ اور پھر ان سے سیدنا امیر حمزہؓ کا قتل حالت کفر میں ہوا۔ لیکن اگر اسکے باوجود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انکا چہرہ دیکھنا پسند نہیں فرما رہے۔ وجہ؟؟ یقینا آپ کو اپنے چچا کا غم تازہ ہو جاتا تھا۔ اور آپ کو تکلیف پہنچتی تھی۔ تو ذرا سوچ کر بتائیے کہ یزید ملعون کے بارے میں۔ تکلیف کی شدت کا جو عالم ہوگا اسکا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔؟

6۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

المدینة حرم من کذا الی کذا لا یقطع شجرها ولا یحدث فیها حدث من احدث فیها حدثا فعلیه لعنة الله و الملئکة والناس اجمعین۔ (بخاری۔ فضائل مدینۃ۔ رقم:1768)

مدینہ منورہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک حرم ہے۔ اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں کوئی فتنہ بپا کیا جائے۔ جو کوئی اس میں فتنے کا کام ایجاد کرے گا اس پر اللہ تعالی اسکے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کے درخت کوئی کاٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے ۔ تو جب یزیدیوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کے ٹکڑوں کے گلے کاٹے ہونگے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو تکلیف پہنچی ہوگی ۔ اسکا کوئی اندازہ کر سکتا ہے۔ جو پیار نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہے وہ اپنے شہر کے درختوں کے ساتھ ہے۔؟ اور پھر اب ان لوگوں کو قیامت کو سامنے رکھتے ہوئے سوچنے کی دعوت فکر دیکھتا ہوں جو روزانہ مندرجہ ذیل حوالہ جات کو اپنے حاضرین اور طلباء پر علمی دھاک بٹھانے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ کہ ذرا اپنی سوچوں کے زاویوں کو اس طرح بھی حرکت دے کے دیکھیں۔

1۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ امام یوسف نے کہا کہ نبی

پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدو پسند فرمایا کرتے تھے۔اس پر ایک شخص نے کہا میں کدو پسند نہیں کرتا (نعوذ باللہ)۔تو امام یوسف نے کہا مرتد ہو گئے ہو۔(یعنی اسکی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔جس باپ کے گھر پیدا ہوا ہے۔وہ اگر مر جائے تو وراثت نہیں ملے گی۔)

یار کدو کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنا بھی پسند کرتے تھے۔مگر امام حسینؓ جتنا تو پسند نہیں کرتے تھے۔کدو کو ناپسند کرنے والا تو مرتد ہو جائے اور دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہسوار کے سرانور کو نیزے پر چڑھانے والا مسلمان رہ جائے؟ یہ کونسا دین ہے؟

2۔جو شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کے ٹوٹے ہوئے تسمے کی بے ادبی کرے وہ کافر ہے۔تو جسکی باڈی میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون ہے۔شبیہ رسول،شہسوار دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔انکی گستاخی کرنے والا انکو قتل کرنے والا کیسے مسلمان ہے؟

3۔عالم کو عویلم کہنے والا کافر۔تو کیا امام حسین علیہ السلام کو عالم بھی نہیں سمجھتے ہو؟

4۔جس شخص نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کی مٹی کو برا کہا اسکو امام مالکؒ نے درے لگوائے۔سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کی مٹی کی بے ادبی کرنے والا سزا کا مستحق ہے۔مگر امام حسینؓ (جو خود سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں) کا گستاخ اور قاتل جنتی ہو؟ ظلم کے ساتھ بھی ظلم نہیں ہے۔

۵۔بخاری میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ ایک عورت کو بلی کو بھوکا اور پیاسا رکھنے کی وجہ سے جہنم میں داخل کیا گیا تو جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک گھرانے کو نہ صرف بھوکا اور پیاسا رکھا بلکہ شہید بھی کیا۔اسے واصل جہنم کیونکر نہ کیا جائے گا۔؟اس پر لعنت کیوں نہ کی جائے

6۔جب حضرت عباس (رضی اللہ تعالی عنہ) کو بدر کی جنگ میں قیدی بنایا گیا۔تو ان کے رونے کی آواز نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند اچاٹ کر دی۔

(الصواعق المحرقہ۔451)

☆ جب امام حسین علیہ السلام اور آپکے خاندان والوں پر قیامت گزر رہی ہوگی کربلا میں اس وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنی اذیت پہنچی ہوگی؟ اور پھر دل ہلا دینے والی، دل کے زخموں پر ماتم کرنے والی یزید کی گستاخانہ عبارت پڑھیے۔

قال ابو مخنف، عن الهارث بن كعب، عن فاطمة بنت علي، قالت: لما اجلسنا بين يدى يزيد بن معاوية رق لنا، وامر لنا بشيء، واالطفنا، قالت: ثمو ان رجلاً من اهل الشام احمر قام الى يزيد فقال: يا امير المومنين، هب لى هذه - يعنيني، و كنت جارية وضية - فارعدت وفرقت، وظننت ان ذالك جائز لهم، واخذت بثياب اختي زينب، قالت: وكانت اختي زينب اكبر مني واعقل، وكانت تعلم ان ذالك لايكون، فقالت: كذبت قالت والله ولومت! ماذالك لك وله، فغضب يزيد، فقال: كذبت والله، ان ذالك لي، ولو شئت ان افعله لفعلت، قالت: كلا والله، ماجعل الله ذلك لك الا ان تخرج من ملتنا .... (تاریخ طبری)

ابومخنف نے حارث بن کعب سے بحوالہ فاطمہ بنت علی روایت کی ہے۔وہ بیان کرتی ہیں۔جب ہمیں یزید کے سامنے بٹھایا گیا۔تو اہل شام میں ایک شخص نیلگون یزید کے پاس آیا۔اور کہنے لگا اے یزید یہ لڑکی (حضرت فاطمہ بنت علی) مجھے دے دو۔تو میں اسکی بات سے گھبرا کر کانپنے لگی۔پس میں نے اپنی بہن زینب کے کپڑوں کو پکڑ لیا۔اور وہ مجھ سے بڑی اور زیادہ عقلمند تھیں۔وہ جانتی تھیں۔کہ یہ امر جائز نہیں ہے۔حضرت زینب آواز حیدری میں کہنے لگیں: خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے اور کمینگی کی ہے۔یہ پاک شہزادی تیرے لئے اور تیرے امیر (یزید) کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔یزید حضرت زینب کی بات سن کر غصے سے بے قابو ہوگیا۔اور بکنے لگا:

تم جھوٹ کہتی ہو۔ بخدا یہ میرے قبضے میں ہے اگر میں اسے شامی کو دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں۔ حضرت زینب ؓ نے پورے جوش سے فرمایا: ہرگز نہیں۔ بخدا تمہیں ایسا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ذرا حق نہیں دیا۔ بجز اسکے کہ تم اعلانیہ ہماری ملت سے نکل جاؤ۔ اور ہمارے دین اسلام کو چھوڑ کر اور دین قبول کرنے کا اعلان کردو۔ یزید اور بھی خفا ہوا اور کہنے لگا:

میرے سامنے تم یہ کہتی ہو۔ دین سے تیرا باپ (علیؓ) اور تیرا بھائی (حسینؓ) نکل چکا ہے۔ حضرت زینب سلام اللہ علیھا نے بلا تامل جواب دیا: ''اللہ کے دین سے، میرے نانا کے دین سے، میرے باپ کے دین سے اور میرے بھائی کے دین سے تونے، تیرے باپ نے، تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔''

یزید چلایا: ''اے دشمن خدا تو جھوٹی ہے''

حضرت زینب سلام اللہ علیھا بولیں: تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہے۔ ظلم سے گالیاں دیتا ہے۔ اپنی قوت سے مخلوق کو دباتا ہے۔ اب ایک بات تو یہ کہ جو لوگ اسکے بعد بھی کہتے ہیں کہ یزید نے خاندان نبوت کی بہت زیادہ عزت و تکریم کی۔ انکے لئے دل سے دعا گو ہیں کہ انکا حشر بھی یزید کے ساتھ ہو۔ اور دوسری بات حضرت زینب سلام اللہ علیھا نے اس شامی اور یزید کو کہا کہ یہ (پاک شہزادی) تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت امام زین العابدین نے بھی فرمایا: کہ یہ خواتین اہل بیت تمہارے لئے جائز نہیں ہیں۔ (طبقات ابن سعد ج 5 ص 212)

فقہا نے تصریح کی ہے کہ غیر کفوء میں نکاح منعقد نہیں ہوتا:

امام عیسیٰ بن امام زید شہید ابن امام زین العابدین نے ارشاد فرمایا: کہ غیر سید مرد کے لیے سیدزادی ہم کفوء نہیں ہے اور غیر سید کا نکاح سیدزادی سے جائز نہیں ہے۔

(مقاتل الطالبین ص 347)

اور فقہا نے تصریح کی ہے کہ غیر کفوء میں نکاح بالکل منعقد نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتوی

(درمختار بمعہ ردالمختار ص56 ج3)

وروی الحسن عن ابی حنیفة عدم جوازہ ای عدم جواز النکاح من غیر کفوء وعلیہ فتوی قاضی خان

(شرح وقایہ ج 2 ص 18) والمختار فی زماننا للفتوی روایۃ الحسن رحمہ اللہ تعالی فتاوی قاضی خان ص335)

کہ غیر کفوء میں نکاح بالکل منعقد نہیں ہوتا اسی پر فتوی ہے۔ اگر غیر سید نے سید زادی کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ خواہ اسکا ولی راضی ہو یا نہ ہو۔ جیسا کہ خواجہ خواجگان رئیس المجد دین پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اپنے مشہور فتوی میں فرماتے ہیں:

پس نکاح مذکورہ یعنی غیر سید کا سید زادی کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ اور تمام متون فقہ اس قسم کے نکاح کے عدم جواز پر متفق ہیں۔ کیونکہ یہ نکاح غیر کفوء میں ہے۔ جیسے کہ در مختار میں ہے۔ پس صورت مذکورہ میں یہ صحبت زنا ہوگی۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ سید زادی کو اس غیر سید سے جدا کریں۔ (فتاوی مہریہ ص133)

اس مسئلے پر مزید تحقیق کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ بے حد مفید ہوگا ملفوظات امیر ملت (حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوریؒ)

حسب ونسب...... مفتی غلام رسول صاحب جماعتیؒ رسالہ محب النبی مسئلہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے نہیں ہوتا...... مولانا محب النبیؒ (شاگرد رشید خواجہ خواجگان رئیس المجددین پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی) تحقیق الحق الظریف الجید فی عدم النکاح الشریفۃ السیدۃ بغیر الشریف السید...... علامہ محمد عبدالحی چشتی ابن شیخ الجامع حضرت علامہ غلام محمد گھوٹویؒ احقاق الحق والایضاح فی شرطیۃ الکفو للنکاح...... شیخ القرآن مفتی محمد عبدالشکور ہزارویؒ ابن شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی۔ نسب رسول۔ حضرت علامہ سید یونس شاہ صاحب کاظمی قادریؒ وغیرہ

☙☙☙

یزید پلید حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسینؓ کی نظر میں

سیدنا و مرشدنا امام حسین علیہ السلام نے اپنی شہادت سے پہلے اپنے جگر کے ٹکڑوں اور اپنے بے مثل یاران باوفا کی لاشوں کے درمیان اوجِ ثریا سے پرے کھڑے ہو کر جس جوانمردی ءعکس امامِ الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور جراتِ حیدر کرارؓ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بے مثل خطبہ دیا۔ وہ بھی قیامت تک آپ کا ہی خاصہ رہے گا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

یا ایھا الناس ان رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من رای سلطانا

جائراً مستحلاً لحرام اللہ ۔ناکثا لعھداللہ مخالفالسنۃرسول اللہ ﷺ یعمل فی عباداللہ بالاثم والعدوان فلم یغیرھا علیہ بفعل ولا بقول کان حقا علی اللہ تعالی ان یدخلہ مدخلہ الا وان ھولاء قد لزموا طاعۃ الشیطان وترکوا طاعۃ الرحمن واظھر والفساد وعطلوا الحدود و استاتروابالفئ واحلوا حرام اللہ وحرموا حلالہ وانا احق من غیر ۔ (تاریخ طبری۔ ج6ص229۔تاریخ کامل ج4ص48)

اے لوگو! اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص ایسے ظالم سلطان کو دیکھتا ہے جو اللہ تعالی کے حرام کو حلال کرنے والا ہے۔ اللہ تعالی کے عہد کو توڑنے والا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اللہ تعالی کے بندوں کے ساتھ گناہ اور زیادتی کا برتاؤ کرتا ہے۔ پھر وہ دیکھنے والا اپنے عمل یا قول سے اسکو بدلنے کی کوشش نہیں کرتا۔ تو قیامت کے دن اس شخص کو بھی جہنم کے اس طبقہ میں داخل کیا جائے گا ۔ جہاں وہ ظالم سلطان داخل ہوگا۔ اے لوگو کان کھول کر سن لو: انہوں نے (یزید اور اسکے حواریوں) نے شیطان اور اسکی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے رحمن کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے۔ فساد برپا کردیا ہے حدودِ اسلام کو معطل کردیا ہے۔ فی کا مال خود ہڑپ کرجاتے ہیں اللہ تعالی کے حلال کو حرام اور اسکے حرام کو حلال کردیا ہے۔ مجھ پہ یہ لازم ہے کہ میں ایسے ظالم حکمران کے خلاف کھڑا ہوجاؤں۔ اور اس صورت حال کو بدلاؤں۔

اب ذرا ہوش کے ناخن لیجے اور بتایئے: کہ کیا کوئی ذی شعور شخص ایسے شخص کو اپنا امام یا امیر المومنین بنا سکتا ہے۔؟ اور پھر میدان کربلا میں حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے مندرجہ ذیل فخریہ اشعار پڑھ کر کیا ہی خوب اپنا تعارف کرایا:

أنا ابن علی الحبر من آلِ ھاشم کفانی بھذا مفخرا حین افخر وجدی رسول اللہ اکرم من مشی ونحن سراج اللہ فی الناس یزھر و

فاطمة امی سلالة احمد وعمی یدعی ذا الجناحین جعفر وفینا
کتاب اللہ انزل صادقاً وفینا الھدی والوحی والخیر

(الصواعق المحرقۃ۔ص464)

میں علیؓ کا بیٹا ہوں وہ علیؓ جو آل ہاشم کے بہت بڑے عالم ہیں اور اگر میں فخر کرنا چاہوں ۔تو میرے فخر کے لئے یہی کافی ہے اور میرے جدِ پاک رسول اللہؐ ہیں جو سب سے افضل ہیں اور ہم ہی لوگوں میں اللہ کے روشن چراغ ہیں اور فاطمہ میری والدہ ہیں جو رسول اللہؐ کی اولاد ہیں اور میرے ہی چچا ہیں جن کو ذوالجناحین کہا جاتا ہے۔اور وہ جعفر ہیں اور اللہ کی سچی کتاب ہم ہی میں نازل ہوئی ہے اور ہم ہی میں ہدایت، وحی اور خیر کا ذکر کیا جاتا ہے۔

واقعہ کربلا

اور سرکار دو جہاں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطلاعات و کیفیات:

اب امام جنت مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمٰی کا ذکر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے صراحتاً ذکر کرتے ہیں۔تا کہ ان لوگوں کو ہدایت مل سکے جو یہ سمجھتے ہیں یہ ایک تاریخی واقع تھا۔اور یاد رہے کہ یہ کوئی تاریخ کی کتابوں کی بات نہیں ہو رہی بلکہ احادیث مبارکہ پیش کرنے لگے ہیں۔

۱۔عن ام سلمہ قالت کان جبرائیل علیہ السلام عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم والحسین معی فبکی فترکتہ فدنا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال جبرائیل اتحبہ یا محمد فقال نعم فقال ان امتك ستقتلہ وان شئت ارئیتك من تربۃ الارض التی یقتل بھا فاراہ ایاہ فاذا الارض یقال لھا کربلا۔

(فضائل صحابہ۔امام احمد بن حنبل۔رقم 1391۔المعجم الکبیر للطبرانی :3/ 115_114)

سیدہ ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سیدنا جبرائیل علیہ السلام تھے۔ اور سیدنا حسینؓ میرے پاس رو رہے تھے۔ میں نے چھوڑ دیا۔ تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اس سے محبت کرتے ہیں؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا: آپ صل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اسکو قتل کرے گی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں۔ تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھا دیتا ہوں۔ جہاں یہ قتل ہونگے۔ پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہوں نے وہ زمین دکھائی۔ جس کو کربلا کہا جاتا ہے۔

۲۔ وعن سلمی قالت دخلت علی ام سلمة وهی تبکی فقلت ما یبکیك قالت رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم تعنی فی المنام وعلی راسه ولحیته التراب فقلت مالك یا رسول الله قال شهدت قتل الحسین انفا۔ (الترمذی)

حضرت سلمیٰؓ سے روایت ہے کہ کہ حضرت ام سلمیٰؓ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئی کہ وہ رو رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا آپ کو کونسی چیز رلا رہی ہے؟ فرمایا: میں نے خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حال میں زیارت کی کہ آپ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک پر گرد و غبار تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا ہم ابھی حسین کی شہادت گاہ کو حاضر ہوئے تھے۔ اسی طرح ایک روایت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مٹی مجھے حسین کے قتل گاہ کی دی گئی ہے۔ وہ میں تمہیں دیتا ہوں۔ اس مٹی سے دکھ اور مصیبت کی بو آتی ہے۔ اس کو سنبھال کر شیشی میں رکھ لو۔

وقال یا ام سلمة اذا تحولت هذه التربة دما فاعلمی ان ابنی قد قتل۔ (المعجم الکبیر 108, رقم 2818/الخصائص الکبری۔ للسیوطی۔ ج2۔ ص362)

اے ام سلمہؓ جب یہ مٹی سرخ ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا یہ بیٹا حسین کربلا میں شہید ہو گیا ہے۔

☆اس وجہ سے کربلا کی مٹی سیدہ ام سلمہؓ کو دی گئی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ واقعہ کربلا کے وقت صرف میری یہ زوجہ محترمہ حیات ہونگی۔

☆اسکی کیا وجہ ہے۔ کہ صرف وہی مٹی خون میں تبدیل ہوتی ہے۔ جو کربلا سے گئی ہوئی تھی۔ معلوم ہوا "تعلق" بھی کوئی چیز ہے۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ جب چلا تھا۔ تو آپ کے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔ (سورۃ یوسف: آیت 94)

آج اگر تم مجھے سٹھیایا ہوا نہ کہو۔ تو میں کہوں گا کہ مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ وہ خوشبو باقی خاندان والوں کو کیوں نہیں آئی تھی۔ پتہ چلا communication (اطلاع) کے لئے نسبت اور تعلق ایک ضروری چیز ہے۔ اسی بات کو میاں محمد بخش صاحبؒ نے نہایت ہی سنہرے الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

پیلا منڑ کا نیڑے کھڑیے لکھ اس نوں اُٹھ ملدے

لعلاں نال نہ چمڑن اُٹھ کے راز نیارے دل دے

اب جو مٹی نبی کے ہاتھ سے لگے تو مدینہ طیبہ میں ہو کر وہ اپنا "رنگ بدل کر"، "دردوالم" کی خبر عراق کی دے رہی ہو۔ کہ وہاں کیا حادثہ پیش آ گیا ہے۔ تو جس کے ہاتھ لگے ہوں اسکی طرف سے غیب کی دی جانے والی خبریں کیوں تعجب خیز لگتی ہیں ؟ اسکا غیب دان ہونا تعجب خیز کیوں لگتا ہے؟

اسی طرح حضرت انس بن حارثؓ روایت کرتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

ان ابنی هذا یعنی الحسین یقتل بارض یقال لها کربلاء فمن شهد ذالك منكم فلينصره۔ (الخصائص الکبریٰ۔ از امام جلال الدین سیوطی۔ ج 2۔ ص 364)

میرا یہ بیٹا (حسین علیہ السلام) کربلا نامی جگہ میں قتل کیا جائے گا۔ تم میں سے جو کوئی اس

وقت موجود ہو۔ وہ ان کی مدد کرے چنانچہ حضرت انس بن حارثؓ میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے اور وہاں شہید کئے گئے۔

۳۔عن عبداللہ بن عباس قال رایت النبی ﷺ فیما یری النائم بنصف النہار قائل اشث اغبر بیدہ قارورۃ فیہا دم فقال بابی انت و امی یارسول اللہ ﷺ : ما ھذا قال: دم الحسین واصحابہ فلم ازل التقتہ منذ الیوم فاحصینا ذلك الیوم فوجدوہ قتل فی ذلك الیوم ۔(فضائل صحابہ۔امام احمد بن حنبل۔1381،1389،1396۔المستدرک للحاکم:3،157)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا: کہ دن کے وقت (جبکہ خاک آپکے بالوں کے بوسے لے رہی تھی۔) میں ایک بوتل اٹھائے ہوئے تھے۔اس میں خون تھا۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ۔یہ کیا ہے۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ حسین اور انکے ساتھیوں کا خون ہے۔تو میں ہمیشہ اس وقت سے آج تک اس دن کی تلاش میں رہا۔راویء حدیث کہتے ہیں۔کہ پھر ہم نے بھی (ابن عباسؓ کے بتائے ہوئے) اس دن کو آج تک یاد رکھا۔یہاں تک کہ ہم کو معلوم ہو گیا کہ حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کو اسی دن شہید کیا گیا تھا۔

اب اوپر مذکورہ تینوں روایات سے مندرجہ ذیل باتوں کا پتہ چلا

a۔حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ کے بارے میں پہلے سے اطلاعات بہم پہنچائی جا چکی تھیں۔کہ یہ واقع شہادت رونما ہوگا۔(ناں کہ جو لوگ کہتے ہیں محض ایک حادثہ تھا؟)۔اور پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ اس دنیا سے رخصت ہوئے، حضرت عمر فاروقؓ ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت مولا علی مشکل کشا علیہ السلام شہید ہوئے۔مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر اطہر سے نکل کر تشریف نہیں لائے۔مگر امام

حسین علیہ السلام اور آپکے اہل بیت کی شہادتیں ایسی تھیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر اطہر سے نکل کر کربلا کے بیابان صحرا میں انکے خون کو اکھٹا کرتے ہوئے پائے گئے۔ یعنی آپ کو پہنچنے والی تکلیف کی شدت اتنی تھی کہ آپ وہاں آرام نہ کر فرما سکے۔

b۔ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا جائے گا

c۔ جس جگہ شہید کیا جائے گا۔ اس جگہ کا تعین کر کے بتا دیا گیا۔ کہ وہ جگہ کربلا ہے

d۔ کربلا کی مٹی لا کر پیش کی گئی

e۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبیب خدا کو بکھرے ہوئے گرد آلود بالوں سے اپنی قبر شریف سے آکر شہزادہ رسولؐ و شہزادہ بتول سلام اللہ علیھا اور آپکے جانثاران پاک کے خون پاک کو اکھٹا کر کے بوتل میں بند کرنا۔ کیا اس طرح کا منظر اس طرح کی مثال کبھی پہلے بھی دیکھنے اور سننے میں آئی ہے؟ اصل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتانا یہ چاہتے ہیں کہ خون بھی میرا ہے لہذا اُٹھاؤں گا بھی میں ہی۔ اور کل میدان حشر میں رب تعالی کی بارگاہ میں اپنے بیٹے کا جب کیس رب کی بارگاہ میں پیش ہو گا تو میں یہ خون بطور evidence کے پیش کروں گا۔ کیونکہ شرعی ضابطہ ہے: کہ جن مظالم کا اس دنیا میں فیصلہ نہیں ہوا یا غلط ہوا ہے۔ تو قیامت کے دن اللہ تعالی ان مظالم کا فیصلہ خود فرمائے گا۔ اب قیامت والے دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات اللہ تعالی کی بارگاہ میں اپنے بیٹے کا مقدمہ خود دائر فرمائیں گے۔ اور باپ ہونے کے ناطے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اسکے مدعی ہونگے۔

کیا اس کے بعد بھی کوئی ذی شعور یزید کو اپنا راہنما بنائے گا؟ اسکو رحمۃ اللہ کہے گا؟ اسکی حمایت میں تقریریں کرے گا؟ کتابیں لکھے گا۔؟

f۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان والوں کو بھی امام پاک کی شہادت عظمی سے باخبر رکھا۔

g۔ اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ وہ شخص یزید ہو گا۔ جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔

(امام ابن حجر مکی نے اس سلسلے کی مزید ایک روایت ''الصواعق المحرقہ'' میں ذکر فرمائی ہے:

عن ابی الدردا رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی ﷺ یقول اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیة یقال له یزید

حضرت ابوالدرداؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا۔ وہ بنو امیہ کا ایک شخص ہوگا۔ جس کو یزید کہا جائے گا۔

(اسکو ابن کثیر نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت سے نقل کیا)

۴۔ اب اگلی روایت بھی بیان کرتا ہوں اور اس پر اپنے مرشد پاک قبلہ حضور مفکر اسلام ڈاکٹر پیر سید عبد القادر شاہ صاحب کا نہایت علمی و تدقیقی تبصرہ بھی پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ

حضرت امام حاکم (متوفی 405ھ) اور امام بیہقی (متوفی 458ھ)۔ یہ دونوں استاد شاگرد ہیں۔ اور نیشاپور کے علاقے کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے۔ حضرت ام الفضل بنت الحارث نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سگی چچی۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کی والدہ ماجدہ، حضرت عباسؓ کی اہلیہ محترمہ۔

عن ام الفضل بنت الحارث قالت دخلت علی رسول اللہ ﷺ یوما بالحسین فوضعته فی حجره ثم حانت من التفاتة فاذعینا رسول اللہ ﷺ تهریقان من الدموع فقال اتانی جبریل فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی هذا واتانی بتربة من تربة حمراء

(خصائص کبری۔ از امام جلال الدین سیوطی۔ دلائل النبوۃ۔ از امام بیہقی، مستدرک للحاکم)

انہوں نے روایت کی ہے کہ (دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوما بالحسین) کہ ایک دن امام جنت مقام امام حسین علیہ السلام کو لے کے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور (فوضعتہ فی حجرہ) میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو لے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔

کتنی خوش نصیب خاتون ہے کہ جزو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر اپنے گھر میں چلتی ہے۔ اور اسکو لے کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں چھوڑتی ہے۔ ایک مرتبہ اپنی گود میں لے کر لطف لینا۔ ایک مرتبہ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں چھوڑ کر لطف لینا۔ بڑے خوش بخت اور انتہائی سعادت مند انسان کی علامت ہے۔

آپ فرماتی ہیں کہ جوں ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں امام حسین علیہ السلام کو چھوڑا۔ تو کیا دیکھتی ہوں کہ ثم حانت من التفاتۃ (نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ میری طرف سے ہٹ گئی) فاذ عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھریقان من الدموع (نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے)۔

اور کسی کی آنکھیں ہوتیں، میری اور آپ کی آنکھیں ہوتیں اسکی قیمت اور ہے۔ لیکن یہ وہ آنکھیں ہیں۔ جو ایک مرتبہ آسمان کی طرف آٹھ جائیں۔ تو قبلے کا رخ بدل کے رکھ دیں۔ اور گرمئ قیامت میں جب انکا ایک آنسو ٹپک جائے۔ تو ایک ایسی ہلچل مچ جائے کہ دنیا دیکھ کر حیران ہو جائے۔ کہ ایک آنسو ٹپکنے پر وہ انسانوں کی بخشش کا پرمٹ (اجازت نامہ) مل جائے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں سجدے میں سر رکھ کر روؤں گا تو رب فرمائے گا۔ (اشفع تشفع) تم میرے سامنے شفاعت کرو میں تمہاری شفاعت کو قبول فرماؤں گا۔ اعلحضرت نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

یہ وہی آنکھیں ہیں۔ جو آج حسینؓ کے لئے رو رہی ہیں۔

حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو میں حیراں ہوئی۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آنسوؤں کا جواب دینا چاہا۔ فرمایا:

فقال اتانی جبریل فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی ھذا (جبرائیل امین نے مجھے آکر کے یہ اطلاع بہم پہنچائی ہے۔ کہ میرے اس بیٹے کو کربلا کے میدان میں شہید کیا جائے گا) **واتانی بتربة من تربة حمراء** (اور جبرائیل امین نے اس سرزمین کی مٹی لا کے میری بارگاہ میں پیش کی ہے۔)

قیامت کی عدالت انصاف کے نقشہ موقع واردات کی تفصیلات جو قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے؛

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝ (الزلزلہ۔5۔4)

قیامت کی گرمی میں نقشہ موقع واردات خود بول کر کہے گا۔ کہ اس آدمی نے یہ یہ کام مجھ پر اس تفصیل سے کیا ہے۔ مگر یہ ایک اصول ہے۔

کہ جوں جوں کسی جرم کی شدت بڑھتی جائے توں توں اسکی سزا کی شدت بڑھتی جاتی ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ میں کھیلنے والے کے خلاف جو کئے جانے والے اقدامات ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں انکی سنگینیت انتہا کو پہنچتی ہے۔ اس لئے پروردگار عالم نے نقشہ موقع واردات کے سلسلے میں اصل زمین کے بولنے کو کافی نہ جانا۔ بلکہ پروردگار عالم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس سرزمین کی مٹی کو پیش کیا۔ کہ اے پیارے یہ اپنے پاس رکھ لو۔ تو اب یہ سمجھنے کے لئے کہ واقعہ شہادت انتہائی سنگین تھا۔ جسکی پہلے ہی اطلاعات بہم پہنچائی گئیں۔ اور حضرت جبرائیل امین جو آسمانوں کا چیف منسٹر ہے خاص طور پر یہ اطلاع لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آیا۔ اس میں اب کسی کی یہ

حاجت رہ جاتی ہے کہ کوئی واعظ اپنی طرف سے کوئی واقعات گھڑ کر اس داستان کو خوبصورت بنائے۔

سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں کھیلنے والے کی شہادت گاہ کی مٹی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہونا اور ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا کو گواہ بنانا۔ اور جبرائیل علیہ السلام کو اس معاملے کی ذمہ داری سپرد کرنا۔ یہ اس معاملے کی اہمیت کی بڑی شہادت ہے۔

امام پاک کی شہادت اور علمِ حضرت مولا مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

امام ابو نعیم نے یحی حضرمی سے روایت کی ہے کہ سفر صفین میں حضرت مولا علی مشکل کشا علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ جب ہم نینوی کے قریب پہنچے۔ (جہاں سیدنا یونس علیہ السلام کا مزار پاک ہے)۔ تو آپ نے فرمایا: اے ابو عبداللہ فرات کے کنارے ٹھہرو۔ بعد ازاں آپ اس مقام پر آئے۔ جہاں آج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مزار پاک کربلا معلیٰ میں ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ روئے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس مقام پر کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

فقال ھھنا مناخ رکابھم وموضع رحالھم ومھراق دمائھم فئة من آل محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم یقتلون بھذہ العرصة تبکی علیھم السماء والارض۔ (مستدرک۔ امام حاکم)

یہاں شہیدوں کی سواریاں باندھی جائیں گی۔ اور یہاں پر خیمے نصب ہونگے۔ اور یہاں پر خون بہائے جائیں گے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنے ہی خون یہاں پر ہونگے۔ اور ان پر زمین و آسمان روئیں گے۔

(اسی روایت کو حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اصبغ بن نباتہ نے بھی بیان کیا ہے)

نیز امام حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ تحقیق اس میں کوئی شق نہیں رہا ۔اور اہل بیت بالاتفاق جانتے تھے۔ کہ امام حسین کربلا میں شہید ہونگے۔

قارئین: اب ان روایات سے ہٹ کر میں ایک اور زاویہ فکر سے آپ کو دعوت دیتا ہوں۔ کہ جب نبی پاک صاحب لولاک نورِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی خبریں دیں۔ تو اسکو تو تمام لوگ آج تک تسلیم کرتے ہیں اور انکی مظلومی کے واقعات بھی بہت اچھے طریقے سے بیان کئے جاتے ہیں۔ مگر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا (اور یقیناً کرنا بھی نہیں چاہیے)۔ مگر جونہی راکب دوشِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی بات شروع ہی کرو تو طرح طرح کی اعتراضات کی کتابیں کھول لی جاتی ہیں۔ یار جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں شہادت کی خبریں سچی ہیں اسی طرح سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کے شاہسوار کی شہادت کے بارے میں بھی خبریں ایسی سچی اور پکی ہیں۔ کہ انکے بچپن ہی میں انکی شہادت کی خبریں دے دی گئی تھیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام شہادت کو اپنی دعا سے ٹالنے کی قوت رکھتے تھے

اس بات کا جواب دینے سے پہلے دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔ تاکہ ان ذہنوں اور قلوب کو سمجھنے میں آسانی ہو جو محض اہل بیت کا نام ہی آنے پر قیامت آنے سے پہلے قیامت برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسکے لئے عرض ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بندگان خاص کا ذکر فرمایا۔ کہ اگر وہ کسی معاملے میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات انکی قسم کو ضرور پورا فرماتے ہیں۔ اور ان میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک پہلوان صحابی براء بن مالکؓ (حضرت انس بن مالکؓ کے سگے بھائی ہیں) کا ذکر خیر بھی فرمایا: چنانچہ

وعن انس قال قال رسول اللهﷺ کم من اشعث اغبر ذی طمرین مدفوع بالابواب لو اقسم علی الله لابره منهم البرآء بن مالك
(رواه الترمذی والبیهقی فی دلائل النبوة)

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہت الجھے ہوئے اور غبار آلود بالوں والے، پرانے کپڑوں والے جن کی پرواہ نہیں کی جاتی ایسے ہیں کہ اگر قسم کھا کر اللہ کی بارگاہ میں کچھ عرض کریں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دے گا۔ ان میں سے براء بن مالک ہیں۔ اسی طرح ایک اور روایت شاہ عبدالحق محدث دھلویؒ نے اشعۃ اللمعات میں نقل کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

عن عروة بن زبیر ان سعید بن زید بن عمرو بن نفیل خاصمته اروی بنت اوس الی مروان بن الحکم وادعت انه اخذ شیئا من ارضها فقال سعید :انا کنت اخذ من ارضها شیأ بعد الذی سمعت من رسول اللهﷺ قال ما ذا سمعت من رسول اللهﷺ قال سمعت رسول اللهﷺ یقول من اخذ شبرا من الارض ظلماً طوقه الله الی سبع ارضین فقال له مروان لا اسئلك بینة بعد هذا فقال سعید : الهم ان کانت کاذبة فاعم بصرها واقتلها فی ارضها قال فما ماتت حتی ذهب بصرها وبینها هی تمشی فی ارضها اذوقعت فی حضرة فماتت متفق علیه وفی روایة لمسلم عن محمد بن زید بن عبدالله بن عمر بمعناه وانه راها عمیاء تلتمس الجدر تقول اصابتنی دعوة سعید وانها مرت علی بئر فی الدار التی خاصمته فیها فوقعت فیها فکانت قبرها

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ سعید ابن زید ابن عمرو بن نفیل

(حضرت عمر فاروقؓ کی ہمشیرہ فاطمہ کے شوہر ہیں) سے اروی بنت اوس نے مروان بن حکم کی کچہری میں مقدمہ کیا اور دعوی کیا کہ انہوں نے اسکی زمین کا ایک حصہ لے لیا ہے۔ تو سعید نے کہا کہ کیا میں اسکی زمین کا کچھ حصہ لے سکتا ہوں۔ اسکے بعد کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن چکا ہوں۔ مروان نے کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو کسی کی بالشت زمین ظلماً لے لے تو سات زمین تک کی زمین اسکے گلے میں بطور طوق ڈال دی جائے گی۔ ان سے مروان نے کہا کہ اسکے بعد میں تم سے کوئی دلیل نہیں مانگتا۔ تو سعید نے کہا: اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہو تو اسکی آنکھیں اندھی کر دے اور اسے اسکی زمین میں مار دے۔ راوی نے کہا کہ وہ نہ مری حتی کہ اسکی آنکھیں جاتی رہیں اور جب وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی۔ کہ وہ ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔ (مسلم و بخاری)

اور مسلم کی روایت میں محمد ابن زید ابن عبداللہ ابن عمرو سے اسکے معنی مروی ہیں کہ انہوں نے اسے اندھا دیکھا۔ جو دیواریں ٹٹولتی تھی۔ اور کہتی تھی کہ مجھے سعید کی بددعا لگ گئی۔ اور وہ اس کنوئیں پر گزری۔ جو اس گھر میں تھا جسکے بارے میں اس نے سعید سے جھگڑا کیا تھا۔ تو وہ اس میں گر گئی تھی۔ اور وہی اس کی قبر بن گئی۔

ذرا سوچئے کہ جس بارگاہ کے غلامان خاص کی یہ کیفیت ہو کہ انکی قسم کو رب تعالی پورا فرماتا ہے۔ اور انکی دعاؤں سے لوگ اندھے ہو جاتے ہوں۔ تو پھر راکب دوش مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے نکلی ہوئی باتوں کا کیا کہنا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک کو چوسنے والے کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا کیا کہنا۔ اگر امام پاک کی زبان سے رب کی بارگاہ میں کچھ عرض کر دیا جاتا تو وہ کیونکر نہ پورا کیا جاتا۔ اگر آپ نہر فرات کے پانی کو حکم فرما دیتے تو پانی کی مجال تھی جو وہ پھر فرات میں ٹھہرا رہتا۔ یزیدیوں کی کیا مجال تھی کہ وہ وہاں سے سلامت بچ کر نکل جاتے۔ اب سوال اٹھتا ہے کہ پھر امام پاک نے اپنی شہادت کو ٹالنے کی، مشکلات کو دور کرنے کی دعا کیوں

نہیں مانگی۔ اسکا جواب میاں محمد بخشؒ نے دیا ہے۔

ہوندی قوت زور نہ لایا بیٹھے من رضائیں

دنیا اتوں پیاسے چلے دین دنی دے سائیں

☆اسی طرح آپ کے والدین ماجدین نے آپکی شہادت کے ٹالنے کی دعا کیوں نہیں مانگی؟ اور سب سے بڑھ کر جن کی نگاہوں کے اشارے سے قبلے بدل گئے۔ امام پاک کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپکی شہادت کے ٹالنے کی دعا کیوں نہیں مانگی؟ کہا اس میں راز یہ ہے کہ گھر والے بچوں کے امتحانات کو ٹالنے کی دعا نہیں مانگا کرتے۔ بلکہ وہ امتحانات میں اپنے بچوں کے اعلیٰ گریڈ میں پاس ہونے کی دعا مانگا کرتے ہیں۔

کیا حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر غیر معمولی واقعات کا رونما ہونا کوئی اچنبھے کی بات ہے؟

حضرت شاہ عبدالحق محدث دھلویؒ نے اشعۃ اللمعات، ج۷:ص ۳۴۵ میں نقل کیا ہے۔

وعن جابر قال سمعت النبی ﷺ یقول اهتز العرش لموت سعد بن معاذ وفی روایة اهتز عرش الرحمن بموت سعد بن معاذ (متفق علیہ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ سعد بن معاذ کی وفات کے سبب عرش حرکت میں آگیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ کی وفات کے سبب رحمن کا عرش حرکت میں آگیا۔

اور ایک روایت میں انکے جنازے کی کیفیت کا ذکر ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

وعن انس قال لما حملت جنازة سعد بن معاذ قال المنافقون ما اخف جنازته وذالك لحكمه فی بنی قریظة فبلغ ذالك النبی ﷺ

فقال ان الملئکۃ کانت تحملہ ۔(رواہ الترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذؓ کا جنازہ اٹھایا گیا۔تو منافقین نے کہا: کہ ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے؟اور یہ اس لئے ہے کہ انھوں نے بنو قریظہ کے بارے میں حکم کیا تھا۔یہ بات سرکار دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں پہنچی۔تو آپ نے فرمایا: بے شک فرشتے انھیں اٹھائے ہوئے تھے۔

☆اگر نبی پاک ﷺ کے مشن پر اپنی جان سرکار دو جہاں کی موجودگی میں قربان کرنے پر فرشتے انکے جنازوں کو اٹھاتے ہیں اور رب تعالی کا عرش حرکت میں آجاتا ہے۔تو اس امام عالی مقام دوش مصطفے ﷺ کے شہسوار کی شہادت پاک پر ہونے والے واقعات کا کیا کہنا جس نے تن تنہا اپنے گھر والوں کو اپنے سامنے قربان ہوتے دیکھا اور اپنے شیر خواروں کو دفن کرنے کے بعد اس بہادری (کہ خود بہادری بھی امام عالی مقام کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئی ہو گی کہ بہادری تو مجھے کہتے تھے۔مگر یہ جو آپ نے کر دیکھایا ہے یہ کیا ہے)اور دیدہ دلیری سے لڑے کہ عالمین میں اس کی مثال ممکن نہیں ہے۔چنانچہ امام ابو نعیم اور امام بیھقی نے بصرہ ازویہ سے روایت کی ہے۔کہ جس روز شہزادہ بتول ،شہزادہ رسول ﷺ شہید ہوئے۔

مطر السماء دما فا صبحنا وحبابنا وجرار نا وکل شئی لنا ملاء دما۔آسمان سے خون برسا صبح کو ہمارے گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے ہوئے پڑے تھے۔(تہذیب التہذیب ج : 2،ص 354)اور امام زہری سے روایت ہے کہ جس روز شہزادہ رسول ﷺ شہید ہوئے۔لم یقلب حجر من احجار بیت المقدس الا وجد تحتہ دم عبیط۔تو بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا۔اسکے نیچے تازہ خون پایا جاتا۔اورام حبان سے روایت ہے کہ جس روز امام پاک شہید ہوئے۔اظلمت علینا ثلاثا۔تین دن تک اندھیرا ہو گیا اور

مکمل اندھیرا ہوا۔ایسا لگا کہ قیامت آجائے اور جس شخص نے بھی منہ پر زعفران ملا اسکا منہ جل گیا۔ابو نعیم نے سفیان سے روایت کی ہے کہ مجھ کو میری دادی نے خبر دی کہ جس روز امام پاک علیہ السلام شہید ہوئے اس دن میں نے دیکھا کہ درس (کسم) عادر مادا ولقد رایت اللحم کان فیہ النار ۔راکھ ہو گیا۔اور گوشت گویا آگ ہو گیا۔بیہقی نے جمیل بن مرہ سے روایت کی ہے کہ یزید کے لشکریوں نے ایک اونٹ ذبح کیا اور اسکو پکایا تو وہ کڑوا ہو گیا۔جیسے اندرائن اور وہ اسے نہ کھا سکے -فنحر وھا وطبخو حا فعادت مثل العلم۔

بیہقی نے علی بن شیر سے روایت کیا ہے۔کہ میں نے اپنی دادی سے سنا کہ وہ کہتی ہیں کہ شہادت امام پاک علیہ السلام کے زمانے میں میں جوان تھی تو میں نے دیکھا کہ فکانت السماء ایاما تبکی لہ۔ چند روز آسمان رویا۔یعنی آسمان سے خون برسا۔بعض نے لکھا ہے کہ سات روز آسمان سے خون برسا۔اور اسکے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہوگئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا۔اسکی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہیں گئی ۔دن دھاڑے تارے نمودار ہو گئے۔سورج کو گہن لگ گیا۔تین دن تک اندھیرا چھایا رہا۔خون کی بارش ہوئی۔وحبط علی قبر الحسین بن علی لما اصیب سبعون الف ملک یبکون علیہ الی یوم القیمۃ۔ جب امام پاک علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔تو اللہ تعالی نے ستر ہزار فرشتے نازل فرمائے۔جو قیامت تک سیدنا امام عالی مقام کی قبر انور پر روتے رہیں گے۔

حضور کے معجزے کا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دینا:

ربیع الابرار میں ہند بنت حارث سے مروی ہے۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خالہ ام معبد عاتکہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں جلوہ افروز ہوئے۔وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا اور کلی عوسجہ نامی خاردار جھاڑی پر پھینکی۔جب صبح اسے دیکھا گیا۔تو وہ ایک پھل دار درخت

بن چکا تھا۔ زعفرانی پھل اور عنبر جیسی خوشبو ماحول کو مہکا رہی تھی۔ اس درخت کے پھل کو جو کوئی بیمار کھاتا۔ صحت پاتا۔ پیاسا سیراب ہو جاتا۔ بکری یا اونٹنی وغیرہ کھائے تو اسکا دودھ بڑھ جاتا۔ چنانچہ ہم لوگوں نے اس درخت کا نام "مبارک" رکھ دیا۔ ایک دن صبح کو دیکھا گیا۔ تو اسکے پتے جھڑ چکے ہیں۔ اور پھل چھوٹے ہو گئے ہیں۔ ہم پریشان ہو گئے۔ یہاں تک کہ خبر آئی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار بقاء کی طرف روانہ ہو چکے ہیں ۔تیس سال بعد وہ درخت نیچے سے اوپر تک خاردار بن گیا۔ اسکا حسن اور شادابی جاتی رہی۔ پھر خبر آئی کہ حضرت علی مرتضےٰ ؓ شہید کر دئیے گئے ہیں۔ اسکے بعد اسے کبھی پھل نہ لگے۔ جس سے ہم برابر مستفید ہوتے آرہے تھے۔ یہاں تک کہ ایک صبح کو اس کی جڑ سے خون جوش زن ہوا۔ اور اسکے پتے گر گئے۔ ہم اسی طرح پریشان ہوئے۔ کہ خبر آئی ۔حضرت امام حسین علیہ السلام معہ اپنے رفقاء شہید کر دئیے گئے ہیں۔

(نزہت المجالس۔ للامام عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوریؒ ۔ج 2ص 543)

امام حسین ؓ کے قاتلوں اور گستاخوں سے خدائی انتقام:

امام حاکم نے کئی سندوں سے ابونعیم سے روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جبریل نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں نے یحیٰ بن زکریا کے خون کے بدلے میں ستر ہزار قتل کئے اور میں حسین بن علی کے خون کے بدلے میں بھی دو مرتبہ ستر ہزار قتل کروں گا۔

(حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، ذھبی نے تصیح میں موافقت کی ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ یہ روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ (الصواعق المحرقۃ:200)

(الصواعق المحرقۃ:199 ۔۔تفسیر درمنثور۔ سورۃ مریم)

☆یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون کو پیغمبر کے خون کی حرمت عطا فرمائی۔ اس لئے کہ اپنے عہد میں آپ ہی امام الانبیاء نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے وارث، بیٹے

اورشبیہ تھے، اس روایت سے امام حسین علیہ السلام کی عظمت شان بھی خوب واضح ہوتی ہے۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں: جولوگ امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک ہوئے۔ وہ سب دنیا میں ہی خدائی انتقام کی لپیٹ میں آئے۔ ان میں سے کچھ قتل ہوئے، کچھ بینائی سے محروم ہوئے، کچھ کے چہرے سیاہ ہو گئے اور کچھ تھوڑی ہی مدت میں اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھے ابن کثیر کہتے ہیں: قاتلین حسینؓ سے خدائی انتقام کے بارے میں جو روایات وارد ہوئی ہیں۔ وہ اکثر صحیح ہیں۔ جو جولوگ اس قتل ناحق میں شریک رہے۔ ان میں سے شاید ہی کوئی دنیاوی زندگی میں آفت اور مصیبت سے بچا ہو۔ ان میں سے ہر شخص دنیا میں ہی کسی خوفناک مرض میں ضرور مبتلا ہوا۔ اور اکثر تو پاگل ہو گئے۔

(الصوعق المحرقہ:195)

گستاخ اہل بیت کی پیاس نہیں بجھتی

امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے تین دن پہلے آپؓ اور آپ کے اصحاب پر پانی بند کرنے کا حکم جاری ہوا

عبد اللہ بن ابی ازدی آیا اور بڑی سرمستی سے امام حسینؓ سے کہا:

حسینؓ! دیکھتے ہو پانی ہے گویا اسط آسمانی ہے۔ واللہ! اس سے ایک قطرہ بھی نہیں چکھے گا۔ حتی کہ پیاسا مرے گا۔ اس پر امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ! اسے پیاسا مار اور اسے کبھی نہ بخشنا حمید بن مسلم کا بیان ہے۔ کہ اس واقعے کے بعد وہ بیمار پڑھ گیا۔ میں عیادت کے لئے گیا۔ قسم ہے اس اللہ کی جسکے سوا کوئی الہ نہیں، میں نے اسے دیکھا کہ پانی پیئے جا تا تھا، پیئے جا تا تھا، پھر قے کر دیتا تھا۔ پھر پینے لگتا تھا۔ پیٹ بھر جا تا تھا، لیکن پیاس نہیں بجھتی تھی۔ یہی اسکا حال رہا۔ یہاں تک

کہ اسکی جان نکل گئی۔ (تاریخ طبری:412/5)

☆ ستم بالائے ستم ہے۔ کہ جس نبی پاک رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح سے پہلے جانور کو پانی پلانے کی تلقین فرمائی تھی۔ اسی کی امت نے اسی کی اولاد پر قتل سے پہلے پانی بند کر دیا!

دشمن اہل بیت کی شکل خنزیر جیسی ہوگئی:

منصور کا بیان ہے کہ میں نے شام میں ایک شخص دیکھا۔ جسکی شکل خنزیر جیسی تھی۔ میں نے پوچھا تو اس نے بتایا۔ کہ میں روزانہ ہزار مرتبہ علی رضی اللہ عنہ پر لعنت بھجتا تھا۔ اور ہر جمعہ کو ان پر اور انکی اولاد پر کئی ہزار پر تبہ لعنت دھراتا تھا۔ میں نے خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا...... پھر طویل خواب ذکر کیا...... اسکے ذیل میں بتایا۔ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عرش پناہ میں میری شکائت کی۔ اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر لعنت کی اور میرے چہرے پر تھوک دیا۔ تھوک گرتے ہی میری شکل خنزیر جیسی ہوگئی اور لوگوں کے لئے نشان عبرت بن گئی ہے۔

(الصواعق المحرقہ:196)

☆ یعنی جس منہ اور زبان سے تو علی رضی اللہ عنہ اور اولاد علی رضی اللہ عنہ پر بھونکتا تھا۔ اب نہ وہ منہ انسانوں والا رہے گا۔ اور نہ زبان۔ اور لعنت کا طوق پہلے گلے میں ڈالا پھر شکل بھی اس گھٹیا جانور کی طرح ہوگئی۔ جو جانوروں میں بیغیرت ترین جانور ہے۔

دشمن اہل بیت کوڑھی ہوگیا:

شہادت کے بعد 'بحر بن کعب' نے امام حسین علیہ السلام کا لباس اتار لیا اور جسم مبارک برہنہ کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ...... پھر دیکھنے والوں نے دیکھا۔ کہ بحر بن کعب کے دونوں ہاتھوں سے موسم سرما میں گندا پانی

رستا رہتا تھا۔اور موسم گرما میں دونوں ہاتھ یوں سوکھ جاتے تھے۔ گویا لکڑیاں ہیں۔

(تاریخ طبری:5/451)

☆اب بھی کسی کو شک رہ گیا ہے کہ ان یزیدیوں کے دل بغضِ اہل بیت سے کس طرح لبریز تھے۔اب بھی کوئی اسے محض حادثہ قرار دے گا؟

امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمی پر آنسوؤں کے نذرانے پیش کرنا:

ایک حقیقت کو بہت اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔کہ رونے اور پیٹنے میں بہت فرق ہے۔بعض لوگ سمجھتے ہیں اور بعض ڈراتے ہیں کہ رونے سے ثواب یا صبر جاتا رہتا ہے۔یہ سراسر غلط ہے۔اور پیٹنا واقعی جائز نہیں۔

امام پاک علیہ السلام کے غم میں نکلے ہوئے آنسو تو سرمایہ حیات ہیں، روز قیامت گوہر نایاب ہیں۔عاشق کے لئے تو ضروری ہے کہ جب جب آپ کے غم کا خیال آئے اسکی آنکھیں چھلک چھلک جائیں۔اور کسی کے لئے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک دفعہ۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو زندگی میں ایک دفعہ۔کیوں؟ اس لئے کہ جب سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہو تو کہہ سکے کہ زندگی میں اور تو کچھ نہیں بن پایا مگر آپ کے نواسے کے غم میں ضرور شریک ہوا تھا۔

قرآن پاک میں ہے

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا (ہنسو کم اور روؤ زیادہ)

آیئے اب ذرا جائزہ لیتے ہیں کہ اپنے کسی محبوب کے غم میں رونا پہلے بھی پایا گیا ہے۔تو اسکے لئے عرض ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فرزند حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وصال پر روئے۔اور امام پاک علیہ السلام کے غم میں آپکے بچپنے میں روئے۔(جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام پاک کے شہید ہونے کی خبر دی گئی) اور

پھر جس دن امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اس دن کا احوال بھی اوپر گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا گزری۔ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیھا کے وصال والے سال کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غم کا سال قرار دیا۔ اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر روتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ۔ میرے رونے اور غم کی شکائت اللہ تعالی سے ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اصلی نام عبدالغفار تھا۔ کثرت نوحہ وگریہ سے آپ کا لقب "نوح" مشہور ہو گیا۔ حضرت داود علیہ السلام کثیر البکاء ہوئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی کثیر البکاء ہوئے ہیں۔ اسی طرح شہزادہ رسول جگر گوشہ بتول حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے جانثاران باوفا کے ذکر پاک میں رونا بھی باعث برکت اور عنایت باری تعالی ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی سے پوچھا گیا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ ایام محرم الحرام میں شہادت نامہ کا پڑھنا مجمع عام میں اور حالاتِ سیدالشہداء بیان کرنا جائیز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب: فی الحقیقت واقعہ جناب سیدالشہداء امام حسین علیہ السلام اس قابل ہے کہ اگر تمام زمین وآسمان، حور وملک وجن وانس، جمادات، نباتات وحیوانات روئیں تو بھی تھوڑا ہے۔ مگر خیال کرنا ہے کہ پیٹنا انکے ساتھ عداوت ہے۔ شاہ عبدالعزیز ہر سال محفلِ شہادتِ امام حسین علیہ السلام منعقد کرتے اور شہادت کا بیان ختم فرما کر سلام پڑھتے۔

(فتاوی عزیزیہ)

جنوں کا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر رونا:

ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کیا ہے۔ کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آج تک کبھی جنوں کو نوحہ

کرتے یا روتے ہوئے سنا نہ دیکھا۔ مگر آج سنا تو میں نے جانا کہ میرا فرزند حسینؓ شہید ہو گیا۔ میں نے لونڈی کو باہر بھیجا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسینؓ شہید کر دیئے گئے۔ جن اس نوحہ کے ساتھ زاری کرتے ہیں:

الا یا عین فابتهلی بجهد

ومن یبکی علی الشهداء بعدی

رو سکے تو جتنا رو لے اے چشم کون روئے گا پھر شہیدوں کو۔

علی رهط تقودهم المنایا

الی متجبر فی ملك عهدی

پاس ظالم کے کھینچ کر لائی موت ان بیکسوں غریبوں کو (صواعق محرقہ)

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں

قالت سمعت الجن یبکین علی حسین قال وقالت ان سلمة سمعت الجن تنوح علی الحسین رضی الله عنه

(فضائل الصحابۃ۔ امام احمد بن حنبل۔ حدیث 1373)

سیدہ ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں۔ کہ میں نے جنوں کو سنا کہ وہ سیدنا امام حسینؓ پر رو رہے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی یاد میں رونا:

عن طاوس قال: ما رایت رجلا اشد تعظیما لمحارم الله منه ولو اشاء ان ابکی اذا ذکرته لبکیت۔ (فضائل الصحابۃ۔ امام احمد۔ حدیث 1838۔1839)

امام طاؤس (جنہوں نے 50۔70 صحابہ کی مجلس کی ہے) نے فرمایا: اللہ کی قسم: میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بڑھ کر اللہ تعالی کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اگر میں انکی یاد میں رونا چاہوں تو رولوں۔

☆ اگر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی یاد میں رونا جائز ہے۔ تو امام حسینؓ کی یاد

میں رونا کیسے ناجائز ہو گیا؟

قافلہ مدینہ پہنچنے پر دختر حضرت عقیلؓ بن ابی طالب کا شاندار تجزیہ:

جب یہ قافلہ (یعنی قافلہ اہل بیت) مدینہ پہنچا تو بنو عبدالمطلب کی ایک خاتون یعنی دختر حضرت عقیل بن ابی طالبؓ ان کے سامنے آئی۔ وہ روتی تھی اور یہ شعر پڑھتی تھی:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم
ماذا فعلتم وانتم آخر الأ مم !
بعترتی وباھلی بعد مفتقدی
منھم اساری وقتلی ضر جوابدم
ماکان ھذا جزائی اذ نصحت لکم
ان تخلفونی بسوء ٍ فی ذوی رحمی !

تم کیا جواب دو گے۔ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تم سے پوچھ لیا
کہ تم نے آخری امت ہو کر میری وفات کے بعد میرے گھرانے کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
اِن میں سے کچھ قیدی ہیں۔ اور کچھ خون میں لتھڑے ہوئے مقتول ہیں۔
میں جو زندگی بھر تمہیں نصیحت کرتا رہا تو اسکی یہ جزانہ تھی
کہ تم میرے گھر والوں کے ساتھ ایسی بدسلوکی کرو

(طبری:5:389_390)

مندرجہ ذیل جنوں کا نوحہ سیرت کی کتابوں میں ہے:

اتر جو امة قتلت حسینا
شفاعة جدہ یوم الحساب

جن لوگوں نے امام حسینؓ کو قتل کیا۔ کیا وہ روز حساب انکے جد امجد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں۔

قرآن کا بے مثل وانمول قاری اور اصحاب کہف:

ابن عساکر نے نہال بن عمرو سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ واللہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب سر مبارک سیدنا امام حسین علیہ السلام کو لوگ نیزے پر لئے جا رہے تھے۔ اس وقت میں دمشق میں تھا۔ کہ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا:

ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا

کیا تم نے گمان کر لیا ہے۔

اصحاب الکھف والرقیم ہماری نشانیوں میں سے تھے

(یہ استفہامِ انکاری ہے۔ استفہامِ انکاری کا کلام مثبت ہو تو مفہوم منفی ہوتا ہے۔ قرآن کی اس آیت کی تفسیر اسکی نقاب کشائی میں امام حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر کا انتظار کر رہی ہے۔) اس وقت سر مبارک سے آواز آئی:

اعجب من اصحب الکھف قتلی و حملی

اصحاب کھف کے واقعہ کے مقابلے میں میرا قتل اور میرے سر کو نیزے پر چڑھا دینا عجیب تر ہے۔ (البیہقی۔ خصائص الکبری۔ نور الابصار۔ فیض القدیر: المناوی)

اب آپ کو دعوت فکر دیتا ہوں۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کوئی ایک حوالہ موجود ہے۔ کہ بندے کا سر نیزے پر چڑھا ہوا ہو اور وہ وہاں باتیں کرے؟۔ اب ہم موازنہ کرتے ہیں۔ کہ امام حسین علیہ السلام کا واقعہ اصحاب کہف کے مقابلے میں زیادہ تعجب خیز کیوں ہے۔ اب یہاں دیکھنا ہے۔ کہ ما بالاشتراک کیا ہے اور ما بالامتیاز کیا ہے۔ کہا ما بالاشتراک یہ ہے کہ ان کے ساتھ بھی محض رضائے الٰہی کے لئے عداوت کا ہونا۔ اور میرے ساتھ بھی رضائے الٰہی کے لئے عداوت کا ہونا۔ ان کے پیچھے دقیانوس اور اسکی آرمی کا پیچھے پڑنا۔ اور میرے مقابلے میں بھی یزید اور اسکی فوجوں کا پیچھے پڑنا۔ لیکن ما بالامتیاز کیا ہے۔ کہا زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اصحاب کھف دشمنوں

سے بھاگے تھے۔اور میں علی کا بیٹا ہوں دشمن کے دروازے پر آ گیا ہوں۔انکے مقابلے میں چھوٹے سے ملک کا حکمران آیا اور میرے مقابلے میں روئے زمین کا سب سے بڑا حکمران آیا۔جسکے بارے میں کہا گیا ہے۔کہ اکبر السلاطین اہل الارض اور پھر آپؓ کے کٹے ہوئے سر سے بولنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امام حسین علیہ السلام زبان حال سے بتانا چاہتے ہیں۔کہ اے دنیا کے انسانوں میرا بولنا تمہیں عجیب کیوں لگتا ہے۔کیونکہ میں وہی ہوں جسکی باڈی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون دوڑ رہا ہے۔میں وہی ہوں جو دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حالت نماز میں سوار ہوا کرتا تھا۔میں وہی ہوں جس نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان نبوت کے مزے لوٹے نہیں بلکہ مجھے لٹائے گئے ہیں۔میری باڈی سے میرے سر کو الگ کر دیا گیا اگر میری زبان کو بھی میرے سر سے الگ کر دیا جاتا تو بھی میں نے کلام کرنا تھا۔تو بھی میں نے قرآن کی تفسیر کرنی تھی۔

ایسا نشہ ہے چڑیا نانے دے دین دا
لتھی نہیں سر کٹا کے وی مستی حسین دی

اور پھر میرے کٹے ہوئے سر کا بولنا تمہیں تعجب خیز کیوں لگتا ہے۔کیونکہ جبریل علیہ السلام جن کی تلیوں کے بوسے لیتے تھے۔میں انکے کندھوں پر بیٹھنے والا ہوں اور پھر یہ بات مسلمات میں سے ہے۔کہ مرنے کے بعد سب کو علم ہو جاتا ہے۔کہ آس پاس کیا ہو رہا ہے۔لیکن ہر کوئی دنیا کے لوگوں کی باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔مگر امام حسین علیہ السلام زبان حال سے بتانا چاہتے ہیں۔کہ اے دنیا والو! میری قربانی کا سب سے پہلا انعام رب تعالی کی طرف سے یہ ہوا ہے۔کہ اللہ تعالی نے برزخی زندگی میں ہونے کے باوجود مجھے ایسا تصرف عطا کیا ہے۔کہ نہ صرف میرے آس پاس کیا ہو رہا ہے اسکا علم ہے۔بلکہ میں اس دنیا میں ہونے کے بعد بھی جب چاہوں جہاں چاہوں ،کسی کی بات کا جواب بھی دے سکتا ہوں۔اگر امام حسین علیہ السلام برزخی زندگی میں ہونے کے باوجود اس دنیا میں تصرف فرما سکتے ہیں۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں نہیں فرما سکتے؟

☆اور بہت بڑا سبق ہے ہم لوگوں کے لئے کہ وہ امام حسین علیہ السلام جن سے محبت کا ہم دعوی

کرتے ہیں۔انہوں نے اللہ کی راہ میں بے مثال قربانیاں دیتے وقت عین ان لمحوں میں بھی ایک نماز قضا نہیں ہونے دی۔(بلکہ یزیدی خود آپؓ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے)۔قرآن سے لگاؤ تو بتانے کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ جو نوک نیزہ پر ہو کر قرآن پڑھتا رہا۔اس سے بڑھکر لگاؤ قرآن سے کیا ہوگا۔کیا آج ہمیں اپنی نمازوں اور قرآن سے لگاؤ کی فکر نہیں کرنی چاہیے؟

کیا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ یزید پلید کی بیعت کر سکتے تھے؟

اس کو سمجھنے کے لئے آپ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی کا ایک خاص واقعہ سناتے ہیں۔چنانچہ محدثین لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔اس وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچھنے (جسم اقدس سے خون نکلوا رہے تھے) لگوا رہے تھے۔جب فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: عبداللہ: اس خون کو ایسی جگہ چھپا دو۔کہ کوئی شخص دیکھ نہ سکے۔لیکن انہوں نے پی لیا۔جب واپس حاضر ہوئے۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے کہاں چھپایا؟ عرض کیا: میں نے ایسے مقام پر چھپا دیا جو لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہے۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لعلک شربته'' شاید تم نے اسے پی لیا؟ عرض کی 'ہاں' فرمایا:

ویل للناس منك وویل لك من الناس

تم سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔اور لوگوں سے تم کو تکلیف ہوگی۔

(المستدرک ج 3، الرقم: 6400 / السنن الکبری للبیہقی: ج 7 الرقم: 13407 / سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 366 / مجمع الزوائد ج 8 الرقم: 14010)

محدثین کرام کی تصریحات کے مطابق اس خون مقدس کی بدولت حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے جسم مبارک میں دو برکتیں پیدا ہو گئیں

1۔ ایک یہ کہ ان کے اندر غیر معمولی قوت آ گئی اور قلب و دماغ میں جرات پیدا ہو گئی۔

2۔ دوسرا ان کے جسم سے مشک کی طرح خشبو آنے لگی۔ اور وہ خوشبو بعد از وفات ان کی قبر سے بھی آتی تھی۔

پھر ذرا غور فرمائیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ اور لوگوں سے تم کو تکلیف ہوگی" کیا مطلب نکلا۔ مطلب یہ کہ جب ابن زبیرؓ کے جسم میں خون نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلا گیا۔ تو انکے اندر طاقت کے ساتھ جرأت بھی پیدا ہوگئی۔ جو انھیں کبھی بھی باطل کے سامنے جھکنے نہیں دے گی۔ اور اگر باطل زبردستی جھکانے پر مجبور کرے گا۔ تو پھر وہ ڈٹ کر اسکا مقابلہ کریں گے، جس سے باطل کو تکلیف ہوگی۔ (پھر واقعی انکے ساتھ ایسا ہی ہوا)۔

قارئین: ذرا اندازہ کیجئے کہ جنکے جسم کے اندر خون رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقط ایک پیالہ چلا گیا ۔ وہ اس قدر باطل کے سامنے ڈٹ جانے والے ہو گئے کہ باطل ان کو جھکا نہ سکا۔ تو پھر شہزادہ رسول امام حسینؓ کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کہ جنکا خمیر بنا ہی خون رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ جنکی تربیت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جگر پارۂ رسول حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور نفس رسول حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمائی ہو۔ وہ کیسے باطل کے سامنے جھک سکتے تھے؟ وہ کیسے یزید پلید، ظالم وجابر، بے دین، لعنتی آدمی کی بیعت کر سکتے تھے۔

اور پھر مباہلہ کے وقت حق کی ترجمان پانچ شخصیتوں میں جو پانچویں تھے۔ وہ امام حسین علیہ السلام تھے۔ یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپنے میں ہی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے جا کر یہ ثابت فرما دیا۔ کہ یہ شہزادے حق کی کسوٹی ہیں۔ جہاں ان کو کھڑا دیکھو، ان کی پیروی کرو۔ لہذا جو بچپن میں باطل کے سامنے ڈٹا رہا۔ وہ بڑا ہو کر باطل کے سامنے کیسے جھک سکتا تھا؟۔ وہ یزید جیسے لعنتی شخص کی بیعت کیسے کر سکتا تھا؟

وہ کیا وجہ تھی کہ امام حسینؓ نے کسی کا مشورہ نہیں مانا:

علی بن الحسین بن علی سلام اللہ علیہم سے روایت ہے۔ کہ جب روکنے والوں نے روکا تو حضرت امام حسینؓ نے سب باتوں کے جواب میں ایک بات فرمائی:

انی رایت رسول اللہ ﷺ فی المنام وقد امرنی فیھا بامر وانا ماض له، علی کان اولی

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید کے ساتھ اس میں مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ اب بہر حال میں یہ کام کروں گا۔ مجھے نقصان ہو یا فائدہ۔

لوگوں نے پوچھا وہ خواب کیا ہے؟

فرمایا:

ماحدثت بھا احداً وما انا محدث بھا حتی القی ربی عزوجل

ابھی تک کسی کو نہیں بتلایا۔ اور نہ ہی بتلاؤں گا۔ یہاں تک کہ اپنے رب ذوالجلال سے جاملوں گا۔ (طبری۔388:5 / البدایہ والنھایہ۔168:8)

قیامت والے دن یزید کونسی آیت پیش کرے گا:

حضرت علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں اپنے ہم عصر سید عمر الھیتیؒ کے یہ اشعار نقل کرتے ہیں:

غداة صحائف الاعمال تتلی بایة آیة یاتی یزید

وقد صمت جمیع الخلق قل وقام رسول رب العرش یتلو

جس روز اعمال نامے پڑھے جائیں گے۔ تمام مخلوق ساکت وصامت ہوگی۔ اور رب العرش کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہونگے

اور آیت قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (الشوری 23)

تلاوت فرمائیں گے۔ تو یزید کونسی آیت پیش کرے گا؟

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی قربانی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی:

یعنی اسلامی سال کی ابتدا قربانی سے شروع ہو کر سال کہ انتہا بھی قربانی پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ قربانی بھی 10 کو ہوئی اور وہ قربانی بھی 10 کو ہوئی۔

وہ صبر کی ابتدا یہ صبر کی انتہا۔وہ بھی نبی کا نور نظر یہ بھی نبی کا نور نظر وہ خواب کی تکمیل یہ وعدے کی تکمیل۔اِن کا سب کچھ بچالیا گیا۔اُن کا سب کچھ لٹا دیا گیا۔وہ ذبح کے لئے تیار یہ بھی ذبح کے لئے تیار۔قلندری لاہوری کی زبان سے یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا:

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر معنی ذبح عظیم آمد پسر

اور فرماتے ہیں:

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسینؓ، ابتدا ہے اسماعیل

یہاں ایک بات جو میری حقیر سمجھ میں آئی۔کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچا کیوں لیا گیا؟اسلئے کہ رب نے بتانا چاہا کہ اے پیارے ابراہیم علیہ السلام: تیرے لاڈلے کو اس لئے بچالیا گیا۔کہ میرے یار کا نور اسکی پیشانی میں ہے۔میرے یار نے اسکی نسل سے ہونا ہے۔مگر او پیارے ابراہیم تیرے جذبہ شہادت کو ہم یوں پورا فرمائیں گے۔کہ تیری ہی اولاد سے ایک بیٹا (جبکہ اے ابرہیم نہ تم ہونگے نہ اسکا کندھوں پر بٹھانے والا، چادروں میں چھپانے والا نانا ہوگا۔نہ اسکی انگلی پکڑ کر چلانے والا بابا ہو گا۔نہ اسکو لوریاں دینے والی والدہ ماجدہ ہونگیں۔اور نہ ہی اسکے کندھے سے کندھا ملا کر چلنے والا بھائی ہوگا) تنِ تنہا، مع اپنے اہل وعیال کے، بھوکا پیاسا میری بارگاہ میں ایسا قربان ہوگا۔کہ جسکی نظیر بنی نوع انسانیت میں کبھی نہیں ملے گی۔

اسی لئے ولیوں کے وزیر اعظم (کہ جن کے ہاتھ پر نوے لاکھ غیر مسلموں نے کلمہ پڑھا) خواجہ خواجگان پیر سید معین الدین چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں:

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

کشتی نوح اور کربلا:

حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کی جو مشابہت کشتی نوح علیہ السلام سے تسلیم کی گئی ہے۔اس میں ایک بڑی خوبصورت شباہت کی تکمیل ہوتی ہے۔کہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام پوری دنیا میں ایک ہی کشتی میں اپنے چند ساتھیوں کو لے کر سوار ہوئے تھے۔اور انکی تعداد ایک روایت کے مطابق ۷۲ بنتی ہے۔امام پاک امام حسین علیہ السلام جب یزیدی طاقتوں کے مقابلے میں علم حق بلند کرتے ہوئے نکلے تو ان کے ساتھ بھی وہ نفوس قدسیہ جو اللہ تعالی کی راہ میں قربان ہونے کے لئے حاضر بارگاہ ہوئے اور کربلا شریف میں کام آئے۔ان کی تعداد بھی ۷۲ بنتی ہے۔تو تعداد کے اعتبار سے اور حالات کے اعتبار سے بھی یہ وجہ اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اہل بیت کو پر کشتی نوح فرمایا تھا۔اور انکی محبت انتہائی ناگزیر قرار دیا تھا۔

مثل اھل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تخلف عنھا غرق ۔ ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ (المسدرک۔للحاکم ج2،ص373)

میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی مانند ہے۔جو اس میں سوار ہوا وہ نجات یافتہ ہوگیا۔اور جس نے اس سے منہ موڑا وہ غرق ہوگیا یہ
حدیث صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر ہے۔

شہادتِ امام عالی مقام شہادتِ رسولؐ:

اس سلسلے میں شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رقمطراز ہیں:

سو حکمت الٰہی کا تقاضا یہ ہوا۔کہ جملہ دیگر کمالات کے ساتھ یہ کمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی وفات اور ایام خلافت نبوت جو کہ مغلوبیت و مظلومیت کے منافی ہے،گزرنے کے بعد اپنے اہل بیت میں سے چند افراد کے توسط سے میسر آئے۔ بلکہ

ان کے توسط سے جو رشتے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہایت قریب ہوں ۔ اولاد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت عزیز ہوں ۔ اور بیٹوں کے حکم میں داخل ہوں ۔ یہاں تک کے انکا حال اور کمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال اور کمال سے متصل ہو جائے ۔

پھر لکھتے ہیں:

اور جیسا کہ شہادت کی دو اقسام ہیں ۔ شہادت سری و جہری تو ان دونوں اقسام کو شہزادوں پر تقسیم کر دیا گیا ۔ پس سبط اکبر (امام حسن علیہ السلام) کو قسم اول کے ساتھ مخصوص کیا گیا ۔ اور جو امر مخفی تھا ۔ کبھی بذریعہ وحی اس کا ذکر نہ کیا ۔ اور جب شہادت واقع ہوئی ۔ تو بھی شبہ ہی رہا ۔ یہاں تک کہ یہ ان کی اپنی بیوی کے ہاتھوں واقع ہوا ۔ حالانکہ بیوی کا تعلق محبت کا تعلق ہے ۔ نہ کہ عداوت کا ۔ اس سبب کی وجہ یہی تھی ۔ کہ اس شہادت کی بنا پوشیدہ رہے ۔ اسی وجہ سے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسکی خبر نہ دی ۔ اور نہ ہی امیر المومنین علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اسکا کچھ تذکرہ کیا ۔

اور چھوٹے صاحبزادے (امام حسین علیہ السلام) کو دوسری قسم کی شہادت کے ساتھ مخصوص کیا گیا ۔ جس کی بنا شہرت و اعلان پر ہے ۔ اس لئے سب سے پہلے اس کا بیان وحی میں زبان جبریل علیہ السلام اور دیگر فرشتوں کے ذریعے ہوا ۔ پھر شہادت کے مقام کا اس کے نام اور پتہ کے ساتھ تعین ہوا ۔ نیز اسکا ذکر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان پر آیا ۔ جب آپ رضی اللہ عنہ صفین کی طرف سفر فرما رہے تھے ۔

(سر الشہادتین)

پھر جیسا کہ قرآن میں آیا ہے ۔ کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (13:3)

اے محبوب فرمادیجئے ۔ کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو ۔ تو میری اتباع (پیروی) کرو ۔

اب جب ہم اس بات کے پابند ہیں کہ ہر کام میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی

کریں۔تو سوال اٹھتا ہے کہ شہادت تو آپ کو بظاہر ملی نہیں (اور یہ ہو سکتا ہی نہیں تھا ۔کہ آپ ظاہراً شہید کردئے جاتے۔ کیونکہ قرآن کا وعدہ ہے: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (اللہ لوگوں سے آپ کی (خود) حفاظت فرمائے گا))۔تو پھر شہادت کے معاملے میں پیروی کیسے کریں۔اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درجہ شہادت پر فایز کرنا تھا۔تو وہ امام حسین علیہ السلام کے ذریعے سے ہوئی۔اسکی اصل یہ فرمان عظیم ہے: ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں''

حضرت امام حسین علیہ السلام کی زبان مبارک پر آخری الفاظ:

صبراً علی قضائك يارب لا اله سواك

تیرے فیصلہ پر میں صابر اور راضی ہوں۔اے میرے رب! تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔

آں امام عاشقاں پورِ بتول
سر و آزادے زبستان رسولؐ

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام غیر مسلموں کی نظر میں

I have spent more than 20 years in prison ,then on one night i decided to surrender by signing all the terms and conditions of goverment.But suddenly I thought about Imam Hussain and Karbala and imam Hussain(ra) gave me strength stand for right of freedom and liberation. (نیلسن منڈیلا)

میں نے بیس سال سے زیادہ عرصہ جیل میں گزارا۔ایک رات میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے تمام تر شرائط مان کر حکومت کے آگے جھک جانا چاہیے۔لیکن اچانک مجھے امام

حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور کربلا کا خیال آیا۔ اور اس چیز نے مجھے آزادی کی خاطر لڑنے کا حوصلہ دیا۔ (تھامس کارلائل)

The best lesson which we get from the tragedy of karbala is that Hussain (RA)

and his companions were rigid believers in God.They Illustrated that the

numerical superiority does not count when it comes to the truth.

واقعہ کربلا سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔ کہ امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ماننے والے اللہ تعالی پر کامل یقین رکھنے ولاے تھے۔ اور انہوں نے اس بات کو بھی ثابت کیا۔ کہ عددی برتری کبھی بھی حق وصداقت کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتی۔ (مہاتما گاندھی)

My faith is that the progress of Islam does not depend on the use of sword by its

believers,but the result of the supreme sacrifice of Hussain(ra), the Great saint.

''میرا ایمان ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت اس کے ماننے والوں کی تلوار سے نہیں بلکہ امام حسین (علیہ السلام) کی دی جانے والی قربانی کا نتیجہ ہے'' عظیم راہنما۔ (چارلس ڈکنز)

If Hussain had fought to quench his wordly desires...then I do not understand why his sister,wife and childeren accompanied him.It stands to reason therefore

that he sacrificed purely for Islam.

اگر امام حسین علیہ السلام اپنی خواہشات (مثلاً تخت وتاج اور حکومت جیسا کہ بعض لوگ کا لایعنی خیال ہے) کی خاطر لڑے تھے۔ تو پھر مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی۔ کہ ان کے

ساتھ ان کی بہنیں، ان کی بیویاں اور انکے چھوٹے بچے کیوں تھے؟ ان کا موجود ہونا اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ کہ انکی قربانی خالصتاً اسلام کی خاطر ہے۔ (ایڈورڈ گبسن)

In a distant age and climate ,the tragic scene of the death of Hosein will awaken

the sympathy of the coldest reader.

کربلا ایک ایسی داستان ہے۔ کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے المناک مناظر پڑھ کر ایک سنگدل انسان بھی موم بن جاتا ہے۔ (انتھونی بارا)

No battle in the modern and past history of mankind has earned more sympthy and admiration as well as provided more lessons than the martyrdom of Husayn in the battle of Karbala.

دنیا کی جدید اور قدیم تاریخ میں کوئی ایسی جنگ نہیں ملتی جس نے کربلا میں امام حسین (علیہ السلام) کی شہادت کی طرح ہمدردی اور تعریف کے ساتھ ساتھ انسانیت کو اخلاقی سبق بھی عطا کیا ہو۔ (ڈاکٹر شیلڈریک)

Denied even water for the childern ,they remained parched under the burning

sun and scorching sands, yet not one faltered for a moment .Husain marched with his little company .not to glory ,not to power of wealth ,but to a supreme sacrifice,and every member bravely faced the greatest odds without flinching.

یہاں تک کہ جب پانی بھی بند کر دیا گیا۔ امام حسین (علیہ السلام) اپنے ساتھیوں سمیت تپتے سورج اور جلتی ریت پر خود جلتے رہے لیکن ایک لمحے کے لیے بھی قدم نہ لڑکھڑائے ۔اپنی کمسن اولاد کے ساتھ ان کی یہ لڑائی کسی دولت یا خبط عظمت کے لئے نہیں

تھی۔ بلکہ ایک سب سے بڑی قربانی ہے۔جس میں ان کے ہر ساتھی نے جھکنے کی
بجائے انمول مثالیں قائم کیں۔ (پنڈت جواہر لال نہرو)

Imam Hussain(ra) sacrifice is for all groups and communities,an example of the path of righteousness.

امام حسین (علیہ السلام) کی قربانی تمام گروہ انسانیت اور معاشروں کے لئے سیدھے
راستے پر چلنے کے باب میں ایک شاندار مثال ہے۔ (ڈاکٹر رادھا کرشنا)

Though Imam Hussain (ra) gave his life years ago, but his indestructible soul rules the hearts of people even today.

اگرچہ امام حسین (علیہ السلام) نے اپنی جان کئی سال پہلے اللہ کے سپرد کی ان کی فقید
المثال روح آج تک لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہی ہے۔ (ڈاکٹر راجندر پرشاد)

The scarifice of Imam Hussain(ra) is not limited to one country, or nation,but it

is the hereditary state of the brotherhood of all mankind.

امام حسین (علیہ السلام) کی قربانی کسی ایک ملک یا قوم تک
محدود نہیں بلکہ تمام انسانیت اور بھائی چارے کی مشترکہ وراثت ہے۔

اسی لئے قلندر لاہوری علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں:

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گرویدہ است

***